ڈاکٹر اسرار احمد

# سورۃ النساء (آیات 22 تا 24)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ اُمَّهٰتُكُمۡ وَبَنٰتُكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ وَعَمّٰتُكُمۡ
وَخٰلٰتُكُمۡ وَبَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآٮِٕكُمۡ وَرَبَآٮِٕبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ مِّنۡ نِّسَآٮِٕكُمُ الّٰتِىۡ
دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ ۖ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ ۖ وَحَلَاۤٮِٕلُ اَبۡنَآٮِٕكُمُ الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۲۳﴾ وَّالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰ لِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ
مُسٰفِحِيۡنَ ؕ فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۲۴﴾﴾

''اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو اُن سے نکاح مت کرنا مگر (جاہلیت میں) جو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ نہایت بے حیائی اور (اللہ کی) ناخوشی کی بات تھی اور بہت بُرا دستور تھا۔ تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کردی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو اُن کی لڑکیاں جنھیں تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں) ہاں اگر اُن کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (اُن کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور تمہارے صُلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بے شک اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔ اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضے میں آجائیں۔ (یہ حکم) اللہ نے تم کو لکھ دیا ہے۔ اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تم کو حلال ہیں' اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے اُن سے نکاح کر لو' بشرطیکہ (نکاح سے) مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی۔ تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو اُن کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کرو۔ اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔''

پیچھے گزرا کہ باپ فوت ہو جاتا تو بیٹا اپنی سوتیلی ماؤں کو بیویاں بنا لیتا تھا' اگرچہ اس معاشرے میں بھی اس نکاح کو ''نکاحِ مقت'' کہا جاتا تھا' یعنی بہت ہی بڑا نکاح۔ بہرحال فطرت انسانی کے لئے تو یہ بات ناگوار ہی ہے مگر اُن کے ہاں یہ بڑا رواج تھا۔ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم اُن عورتوں سے نکاح مت کرو جو تمہارے باپوں کے نکاح میں رہ چکی ہوں۔ جو ہو چکا' سو ہو چکا آئندہ کے لیے ایسا ہرگز نہ کرنا۔ یقیناً یہ بڑی بے حیائی کی بات ہے' اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اب وہ طویل آیت آ رہی ہے جس میں محرمات ابدیہ کا بیان ہے' یعنی وہ عورتیں جن کے ساتھ کسی صورت نکاح نہیں ہو سکتا۔ تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں' تمہاری بیٹیاں' تمہاری بہنیں' تمہاری پھوپھیاں' تمہاری خالائیں' بھائی کی بیٹیاں' بہن کی بیٹیاں' اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں یعنی رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ربائب یعنی وہ لڑکیاں جو تمہاری منکوحہ عورت کے بطن سے اُس کے پہلے شوہر سے ہیں' مگر وہ اب تمہارے ہی گھر میں پلی بڑھی ہیں۔ اگر کسی عورت کے ساتھ نکاح ہوا اور اُس کے ساتھ اُس کے پہلے شوہر سے لڑکی بھی ہے تو یہ ربیبہ ہے۔ اس سے نکاح حرام ہے۔ البتہ اگر ربیبہ کی ماں سے نکاح کے بعد مقاربت کی نوبت نہ آئی ہو اور طلاق ہو جائے تو ایسی ربیبہ کے ساتھ نکاح کرنے میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں۔ اور تمہارے اوپر حرام ہیں تمہارے حقیقی اور صُلبی بیٹوں کی بیویاں۔ منہ بولے بیٹے کی کوئی حیثیت اور حقیقت نہیں۔ اور تمہارے لئے یہ حرام ہے کہ بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کر لو۔ ہاں جو کچھ ہو چکا وہ ہو چکا۔ اب گڑے مردے تو اکھاڑے نہیں جا سکتے لیکن آئندہ کے لئے محرماتِ ابدیہ کے ساتھ ہرگز نکاح نہ کرو۔ ان ہدایات کے آنے سے پہلے کے معاملات کے لیے بخشش مانگی جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے خالہ اور بھانجی سے بیک وقت نکاح حرام ٹھہرایا اور اسی طرح پھوپھی بھتیجی کو بھی نکاح میں اکٹھا کرنے سے منع کر دیا۔

اب ذکر آ رہا ہے اُن عورتوں کا جن کی حرمت ابدی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ اُن عورتوں کے ساتھ بھی تم نکاح نہیں کر سکتے جو پہلے سے کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہیں۔ حصن کہتے ہیں قلعے کو اور محصنات وہ عورتیں ہیں جو کسی کے نکاح میں ہوں۔ یعنی نکاح پر نکاح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ وہ جنگ کے نتیجہ میں تمہارے ہاتھ آئیں اگرچہ اُن کے مشرک شوہر موجود ہیں یعنی شوہر والیاں ہیں مگر اب وہ لونڈیوں کے طور پر تمہارے پاس آئی ہیں تو ایسی عورتیں تمہارے لئے جائز ہیں۔ یہ ہیں احکام اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر۔ اب اس کے علاوہ تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ یعنی گنتی کی چند عورتیں حرام ہیں باقی کثیر تعداد مباحات کی ہے۔ ان کے ساتھ نکاح مہر کے عوض ہوگا۔ نیت گھر بسانے کی ہوگی' محض مستی نکالنا مقصود نہ ہو۔ تو جن سے نکاح کر کے استفادہ کرو انہیں طے شدہ مہر ادا کرو۔ یہ بھی فرض ہے۔ البتہ اگر باہمی رضامندی سے مہر کی مقدار میں کمی بیشی کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

## اتحاد...... اللہ کی نعمت ہے

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنِ النُّعۡمَانِ بۡنِ بَشِيۡرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: ((مَثَلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ فِيۡ تَوَادِّهِمۡ وَتَرَاحُمِهِمۡ وَتَعَاطُفِهِمۡ مَثَلُ الۡجَسَدِ اِذَا اشۡتَكٰى مِنۡهُ عُضۡوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الۡجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالۡحُمّٰى)) (متفق علیہ)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''مؤمن آپس کے لطف و محبت میں' رحمت و شفقت میں' احسان و مروّت میں اس جسم کے مانند ہیں کہ اس کے اگر ایک حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم بیداری و بے قراری کے سبب بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

14-7-05

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

# ظلم بھی رہے اور امن بھی ہو؟

نائن الیون کے بعد برطانیہ کے دارالحکومت لندن میں خون ریز دھماکے ہوئے ہیں اور چھیالیس ماہ بعد ایک بار پھر سفید جسموں سے بہنے والے خون نے زمین کو رنگین کیا ہے۔ اور مہذب معاشرے کے سپر تہذیب یافتہ حکمرانوں کی جوشیلی تقاریر میں ہمیں ایک بار پھر (Barbarian Act) یعنی وحشیانہ کارروائی' تہذیب وتمدن کے دشمن دہشت گرد' انسانیت سے نابلد' روشن خیال معاشرے کے دشمن' دقیانوسی مذہبی جنونی جیسے القابات سننے کو مل رہے ہیں۔ مسلمان ممالک کے سربراہان خاص طور پر گلا پھاڑ کر دہشت گردی کی مذمت کر رہے ہیں تاکہ سفید سامراج کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جا سکے۔ حالانکہ چھیالیس ماہ کے درمیانی عرصہ میں پہلے افغانستان اور پھر عراق میں کتنی ہنستی بستی بستیاں خاک وخون میں ملا دی گئیں' آگ وبارود کی بارش سے ہزاروں نہیں لاکھوں گھروندے انسانوں سمیت جلا کر راکھ کر دیے گئے۔ کتنے انسان نما جانداروں کو کنٹینروں میں بند کر دیا گیا اور وہ دم گھٹنے سے مر گئے۔ کتنے لاشے پٹرول ڈال کر جلا دیے گئے اور وہ گوروکفن سے بھی محروم رہے۔ کلسٹر بموں سے بچوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑا دیے گئے۔ نائن الیون اور سیون سیون میں جتنی اعلیٰ نسل کی سفید مخلوق ہلاک ہوئی اس سے کئی ہزار گنا زیادہ افغانی وعراقی ہلاک کیے گئے' لیکن انہیں ہلاک کرنے والوں کو کسی نے دہشت گرد نہیں کہا۔ وہ اندھادھند بمباری جس نے انسانوں اور جانوروں کو' مردوں اور عورتوں کو' بڑوں اور بچوں کو بلاتمیز نیست ونابود کر دیا کسی نے اس کے لیے Barbarian Act یعنی وحشیانہ کارروائی کا لفظ استعمال نہیں کیا' بلکہ اضافی طور پر حقوق نسواں کے علمبرداروں اور مرد وزن میں فطری تفاوت کو بھی قبول نہ کرنے والوں نے عراق کی جیلوں میں نسوانیت کی جو توہین کی ہے اور جس جنسی درندگی کا مظاہرہ کیا ہے ماضی میں فلک نے اس سے زیادہ شرمناک مناظر دیکھے نہ ہوں گے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ افغانیوں اور عراقیوں پر لگائے جانے والے الزامات کی سپورٹ میں آج تک نہ کوئی دستاویزی ثبوت فراہم کیے گئے نہ کوئی عقلی نقلی دلائل دیے گئے' بلکہ ایک وقت حکومت برطانیہ نے خود اعتراف کیا کہ طالبان اور اسامہ کے خلاف ہمارے پاس اتنا مواد بھی نہیں کہ کسی عدالت میں کیس ہی دائر کیا جا سکے۔ طاقت اور اقتدار کے بل پر ظلم وستم اور قتل وغارت بالکل الگ بات ہے' وگرنہ انسانی تاریخ میں کبھی ایسا قانون نہیں بنا کہ ملزم کو مجرم ثابت کرنے سے پہلے ہی سزا دے دی جائے۔

اس سب کچھ کے باوجود امریکہ اور یورپ کا معاشرہ مہذب معاشرہ ہے اور کیڑے مکوڑوں کی طرح مرنے والے مسلمان غیر مہذب' وحشی اور دہشت گرد ہیں۔ اس کا ہرگز ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ہم نائن الیون اور سیون سیون میں ہونے والی خون ریزی کو جائز قرار دے رہے ہیں یا اس کا دفاع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہزار دو ہزار سال پہلے کا غیر ترقی یافتہ معاشرہ ہو یا آج کی جدید دنیا' اگر جائز و ناجائز اور حق وناحق کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا جائے گا کہ یہ طاقتور اور زور آور اور وہ کمزور و ضعیف ہے اور اگر طاقت کا مطلب حق اور سچ قرار دے دیا گیا اور ناتواں کا مقدر محرومی ٹھہرا تو دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکے گا اور وہ بارود کا ڈھیر بن کر رہ جائے گی۔ طاقتور اگر ہزاروں اور لاکھوں کو تہہ تیغ کرے گا تو کمزور بھی موقع پانے پر اس کے ٹخنے پر لازماً کاٹے گا۔ انتقام اور بدلہ انسانی فطرت کا لازمی جزو ہے۔ اگر کوئی فرد یا حکومت دوسروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے اور خون کی ندیاں بہانے کے بعد پھول پیش کیے جانے کی توقع رکھتا ہے تو اس سے بڑا احمق کون ہوگا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ لندن دھماکوں کے بعد یہ آواز مغرب سے بھی بلند ہوئی اور بعض دانشوروں نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر ہماری افواج دوسرے ممالک میں جا کر آگ وبارود کا کھیل کھیلیں گی تو ہمارے دامن پر بھی سلگتی چنگاریاں پڑیں گی۔ اکیسویں صدی کے فرعون کے بغل بچہ بلیئر کے منہ سے بھی یہ بات نکل گئی ہے کہ سکیورٹی محض طاقت کی بنا پر یقینی نہیں بنائی جا سکتی' ہمیں دنیا میں سلگتے ہوئے مسائل خصوصاً فلسطین کے مسئلہ کے حل کے لیے اقدام کرنے ہوں گے۔ بش اینڈ کمپنی کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی کہ مارو بھی اور رونے بھی نہ دو۔ مصیبت یہ ہے کہ انسانی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور کے فرعون نے یہ سمجھا کہ مجھ سے پہلے جو فرعون غرق ہوا اس میں طاقت کی کمی تھی' جنگی چالوں اور سیاسی حکمت عملی کی کمی تھی۔ آج کا فرعون تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ وائٹ ہاؤس میں بیٹھے بیٹھے اگر بٹن دبا دے تو دنیا صفحۂ ہستی سے مٹ سکتی ہے' حالانکہ تاریخ پکار رہی ہے کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ قلیل نے کثیر کو اور ضعیف وکمزور نے طاقتور کو بری طرح پچھاڑ دیا۔ پھر یہ کہ ماضی کو چھوڑ کر حال کی مثال لے لیں۔ وہ ٹیکنالوجی جو زیر زمین کیڑوں کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ ایک اچھے بھلے چلتے پھرتے اُسامہ نامی انسان کو ڈھونڈنے میں ناکام ہے۔ دنیا کو منٹوں اور سیکنڈوں میں آگ کے گولے میں بدل دینے والی ٹیکنالوجی خودکش بم دھماکوں کے سامنے بے بس ہو جائے۔ محبت اور جنگ میں سب جائز کا نعرہ لگانے والے خودکش دھماکوں کو اَن فیئر (unfair) کہنے پر مجبور ہو جائیں۔ قصہ مختصر جب تک اس اندھی قوت کو یہ نکتہ سمجھ نہیں آتا کہ دنیا میں امن وامان کا قیام صرف انصاف قائم کرنے سے ممکن ہے اس وقت تک بر و بحر انسانی خون سے رنگین ہوتے رہیں گے۔ یہ ممکن نہیں کہ ظلم بھی رہے اور امن بھی ہو۔ ہماری رائے میں ایک امریکی اور انگریز میں وہی فرق ہے جو نودولتیے اور خاندانی رئیس میں ہوتا ہے۔ اے کاش برطانیہ ان دھماکوں سے سبق سیکھے اور اپنا قبلہ تبدیل کر لے۔


تا خلافت کی بناء' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

# ندائے خلافت

| شمارہ | 14 تا 20 جولائی 2005ء | جلد |
|---|---|---|
| 25 | 7 تا 13 جمادی الثانی 1426ھ | 14 |

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

**مجلس ادارت**

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

**سالانہ زرِ تعاون**

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

گوشۂ اقبال

# بالِ جبریل کی تیسری غزل

سید قاسم محمود

گیسوئے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر!
ہوش و خرد شکار کر' قلب و نظر شکار کر

عشق بھی ہو حجاب میں' حسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو' یا مجھے آشکار کر!

تو ہے محیطِ بیکراں' میں ہوں ذرا سی آبجو!
یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بیکنار کر!

میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو
میں ہوں خزف تو تُو مجھے گوہرِ شاہوار کر

نغمۂ نو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو
اس دمِ نیم سوز کو طائرکِ بہار کر!

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں؟
کارِ جہاں دراز ہے' اب مرا انتظار کر!

روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل
آپ بھی شرمسار ہو' مجھ کو بھی شرمسار کر!

(1) یہ شعر حمدِ باری میں ہے۔ گیسو سے زلفیں مراد لینے کی بجائے صفاتِ باری تعالیٰ' اور تاب دار کرنے سے مُراد تجلّیات کی شدت مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے خدا! تو اپنی تجلّیاتِ حُسن اِس شدت کے ساتھ دِکھا کہ میں ان کے جلووں میں سراپا غرق ہو کر ماسِوا سے بیگانہ ہو جاؤں۔

دوسرے مصرع میں ''ہوش وخرد'' اور ''قلب ونظر'' کی ترکیب غور طلب ہے۔ ہوش سے مُراد ہے شعور جو حواسِ خمسہ سے پیدا ہوتا ہے۔ شعور کی ترقی یافتہ صورت کو ''عقل'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ''قلب'' سے مُراد ہے قوتِ وجدان جو حواسِ خمسہ سے بے نیاز ہوتی ہے' اور وجدان کے ثمرے کو نظر سے تعبیر کرتے ہیں۔ الغرض انسان کے اندر یہی دو خاص قوتیں ہیں' عقل اور وجدان۔ اور اقبال نے اِس مصرع میں دونوں کا ذکر کر دیا ہے۔

(2) اے خدا! یہ بات تو مجھے کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتی کہ عاشق بھی حجاب میں رہے اور معشوق بھی حجاب میں رہے۔ یہ بات تو تقاضائے عشق کے خلاف ہے کہ دونوں حجاب میں رہیں۔ عشق تو نمود اور اظہار چاہتا ہے۔ اس لیے یا تو ''تُو خود آشکار ہو جا' اور اگر یہ بات تجھے پسند نہ ہو تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ مجھے آشکار کر دے۔ ''یا مجھے آشکار کر'' سے اقبال کی مُراد یہ ہے کہ مجھے اپنے فضل وکرم سے ایسی طاقت عطا فرما' کہ میں اپنی مومنانہ زندگی سے تیرے نام کی عظمت کو دنیا پر ظاہر کر سکوں۔

(3) اے خدا! تُو محیطِ بے کراں ہے۔ میں ذرا سی آبجو ہوں' یعنی تیری ذات لامحدود ہے۔ میں محدود ہوں۔ یہ امتیاز اور تفریق عشق کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اس لیے یا تو مجھے بھی اپنی آغوش میں لے کر' بے کراں کر دے' اور اگر یہ صورت تجھے پسند نہ ہو تو پھر اپنے رنگ میں رنگ کر' مجھ میں لامحدودیت کی صفت پیدا کر دے۔ میں تو اپنے آپ کو تیرے رنگ میں رنگنا چاہتا ہوں۔ یہ مقصد جس صورت سے بھی حاصل ہو' مجھے منظور ہے۔

(4) اے خُدا! اگر تیری نگاہ میں میرے اندر کوئی خوبی ہے تو تجھ سے مری التجا یہ ہے کہ اُس خوبی (گوہر) کو برقرار رکھ اور اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دے' اور اگر تیری نظر میں میری ذات ہر قسم کی خیر وخوبی سے معرّا ہے' تو اپنے فضل سے میرے اندر خوبی پیدا کر دے۔ چونکہ شاعر خدا کی بارگاہ میں التجا کر رہا ہے' اِس لیے اُس نے ازراہِ ادب کسی قسم کا اِدّعا نہیں کیا' بلکہ عاجزانہ رنگ اختیار کیا ہے کہ اگر کوئی ''خوبی'' ہو تو اُسے قائم رکھ' اور نہ ہو تو اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرما دے۔

اِس شعر میں لفظ ''گہر'' میں بڑی بلاغت ہے' یعنی اِس سے بہت سے مفہوم پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً رُوحانی پاکیزگی' ایمان ویقین' حُبِ رسول ﷺ' خدمتِ اسلام کا جذبہ' علمی وعملی کمالات وغیرہ۔ ''خزف'' کے لغوی معنی ٹھیکری یا سنگ ریزے کے ہیں۔ یہاں خذف کنایہ ہے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا۔

(5) ''نغمۂ نو بہار'' کنایہ ہے ملتِ اسلامیہ کے عروج سے۔ ''دمِ نیم سوز'' کنایہ ہے اپنی ذات سے۔ ''طائرکِ بہار'' کنایہ ہے آغازِ طلوعِ آفتابِ اسلام سے۔ الغرض پورا شعر مجازات اور کنایات سے معمور ہے۔

اقبال التجا کرتے ہیں کہ اے خدا' میں ایک مدّت سے احیائے اسلام کے لیے کوشش کر رہا ہوں' اس لیے قدرتی طور پر میری یہ آرزو ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا عروج پھر سے اپنی آنکھوں سے دیکھوں' لیکن اگر تیری مشیّت میں یہ خوشی مرے مقدر میں نہیں ہے تو میں اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں' اور یہ التجا کرتا ہوں کہ تُو مجھے اِس سے کم تر نعمت عطا فرما دے۔ مجھے دورِ عروج کی آمد آمد کا مُبشّر بنا دے۔ میں اگر ملّت کا عروج اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکوں تو کم از کم اِس متوقع عروج کی آمد کی خوشخبری ہی افرادِ ملّت تک پہنچا دوں' میرے لیے یہ شرف بھی کچھ کم نہیں ہے۔

(6) اے خُدا! تُو نے حضرت آدم علیہ السلام کو خود جنت سے نکالا۔ پس اگر تُو تنہائی محسوس کر رہا ہے تو اِس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اب تو تجھے میرا انتظار کرنا ہی پڑے گا۔ یعنی جب تُو یہ کارخانۂ کائنات ختم کرے گا' اُس وقت ہی میں تجھ سے مل سکوں گا۔

(7) قیامت کے دن جب میں تجھ سے ملوں گا تو میرا نامۂ اعمال تیرے سامنے پیش ہوگا۔ چونکہ میرے گناہوں کی فہرست بہت طویل ہے' اس لیے مناسب یہی ہے کہ تُو پردہ پوشی سے کام لے' لیکن اگر تُو نے یہ صورت پسند نہ کی تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ میں تیرے سامنے شرمسار ہوں گا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تجھے اپنے عاشق کی اِس شرمساری پر خود بھی شرم محسوس ہوگی۔ پس جب صورت حال یہ ہے' تو اے خدا! میں عاجزی کے ساتھ یہی عرض کروں گا کہ قیامت کے دن مجھ سے حساب طلب مت کرنا' کیونکہ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ: ''آپ بھی شرمسار ہو' مجھ کو بھی شرمسار کر''

منبر و محراب

# اُمّتِ مسلمہ کی موجودہ حالتِ زار —— اور نجات کی راہ

**مسجد جامع القرآن' ماڈل ٹاؤن' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے یکم جولائی 2005ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

آج ہم قرآن وسنت کی روشنی میں یہ جائزہ لیں گے کہ اُمت مسلمہ اور مسلمانوں پر جو حالات اس وقت ہیں' ان کی کیا وجہ ہے؟ ان سے نکلنے کا کوئی حل بھی ہے یا یہ صورت برقرار رہے گی؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ آج پوری اُمت مسلمہ خاص طور پر مسلمانانِ پاکستان پر ذلت ورسوائی اللہ کی طرف سے مسلط کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں آزادی عطا فرمائی تھی۔ اب تو بہت کم لوگ باقی ہیں جنہوں نے وہ وقت دیکھا تھا جب قیام پاکستان کی تحریک چلی تھی۔ نئی نسل نے تو پاکستان میں آنکھ کھولی ہے اور یہ اسلامیانِ ہند کے اُس وقت کے جذبات سے واقف نہیں ہے۔ انگریز اور ہندو کی دُہری غلامی سے نجات پانے کے لیے مسلمانوں نے جدوجہد کی' دعائیں کیں' اللہ سے وعدے کیے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک ناممکن شے کو ممکن بنا کر دکھا دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی تائید اور توفیق خصوصی تھی کہ پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا۔ اس معاملے پر جتنا غور کریں گے اتنی ہی یہ بات اور زیادہ پختہ ہو گی کہ تائید غیبی کے بغیر پاکستان کا قیام ممکن نہ تھا۔ لیکن آزادی کی جو دولت ہمیں عطا ہوئی تھی' آہستہ آہستہ ہم اس سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ہمارے ہاں بلکہ عالم اسلام کے اکثر و بیشتر ممالک میں اصل حکمرانی امریکہ کی ہے' جبکہ وہاں کا جو حکمران ہے اس کی حیثیت گویا امریکہ کے وائسرائے کی ہے۔ اس کا ایک وائسرائے ہے جو یہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔ باقی ساری ڈکٹیشن وہاں سے آتی ہے۔ پاکستان کے حوالے سے یہ بات اب ریکارڈ پر ہے۔ ٹومی فرینک نے کتاب لکھی ہے کہ نائن الیون کے بعد جب صدر مشرف کو امریکی قیادت کی کال آئی کہ تم ہمارے ساتھی ہو یا دشمن؟ فیصلہ کرو! امریکن جنرل لکھتا ہے کہ ہم نے سات مطالبات پیش کیے' ہمارا خیال تھا کہ ان میں سے چند ایک پاکستان مانے گا' لیکن پاکستان نے سب کے سب بلا چون و چرا تسلیم کر لیے۔ اس کی ہمیں بالکل توقع نہیں تھی۔ اب اسی کا نتیجہ نکل رہا ہے کہ ہمارا کوئی مسئلہ ہو' ہمیں امریکی دباؤ قبول کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً وانا آپریشن ہوا تو امریکہ کے دباؤ پر۔ نصابِ تعلیم کا معاملہ سب کو معلوم ہے کہ کس طریقے سے اسے بدلا گیا۔ زبیدہ جلال کو کس نے تعینات کیا تھا؟ مختاراں مائی سمیت عدالتی معاملات ہوں' ڈکٹیشن وہیں سے آتی ہے۔ یہ روشن خیالی کا جو تصور دیا گیا ہے یہ کہاں سے آیا ہے؟ یہود و نصاریٰ کو اسلام کا ایک نیا ایڈیشن مطلوب ہے جس میں ان کے لیے کوئی خطرہ نہ ہو' جو بالکل بے ضرر ہو یعنی اسلام کو بدھ مت بنا دیا جائے۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ دانشوروں کے ذریعے اس کی قلب ماہیت کی جائے' اور اسے روشن خیال اسلام کا نام دیا گیا ہے۔ اور ہمارے دانشوروں کا حال یہ ہے کہ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!

یہ ساری صورتحال ہم دیکھ رہے ہیں اور بے بس ہیں۔ یہاں تک کہ ایم ایم اے بنی تو یہ امکان پیدا ہوا تھا کہ اب شاید شریعت کے نفاذ کی طرف کوئی پیش قدمی ہو گی۔ اور امریکی عمل دخل جو بڑھتا چلا جا رہا ہے شاید اس پر کوئی بریک لگے گی' کوئی رکاوٹ آئے گی' لیکن ایم ایم اے ہی کے دور میں وانا آپریشن ہوا ہے اور اسی علاقے میں ہوا ہے جہاں ان کی حکومت ہے' کوئی روک نہیں سکا۔ یہ بے بسی کیوں ہے؟ اسی طرح ذلت ورسوائی کا ایک اور مظہر سامنے آیا جب واشنگٹن ٹائمز میں کارٹون چھپا۔ گویا اس میں ہمیں آئینہ دکھا دیا گیا کہ امریکہ کی نظر میں تمہاری یہ حقیقت ہے' تم سمجھتے ہو کہ تم اس کے دوست' اتحادی اور فرنٹ لائن سٹیٹ کی حیثیت سے عالمی مہم میں اس کو درکار ہو' لیکن تمہاری اصل حقیقت یہ ہے اور پوری اقوامِ عالم میں تمہاری یہ عزت ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی بے حرمتی کے جو واقعات ہوئے ہیں گویا یہ ہماری غیرت کو آواز دی گئی ہے کہ کچھ بھی دم خم ہے تو سامنے آؤ' ہم تو یہ کر رہے ہیں۔ یہ ذلت ورسوائی کی انتہا ہے کہ دنیا میں ڈیڑھ ارب کے قریب مسلمان ہیں' لیکن کچھ نہیں کر سکتے۔ اسی تنخواہ پر کام کر رہے ہیں۔ کیا اس کے بعد مشرف صاحب یا کسی اور مسلمان ملک نے کہا کہ ان مجرموں کو ہمارے حوالے کرو' ورنہ آج سے تعاون ختم! ایسا نہیں ہوا۔ دراصل یہ ذلت ورسوائی کا عذاب ہے جو اللہ کی طرف سے اس قوم پر مسلط ہے۔

ان حالات میں یہ سوال ہمارے ذہنوں میں آتا ہے کہ کیا ہم محبوب ربّ العالمین ﷺ کے اُمتی نہیں ہیں؟ کیا ہم اس زمین پر توحید کے علمبردار اور اللہ کی آخری کتاب کے حامل نہیں ہیں؟ اللہ کی مدد تو ہمارے ساتھ ہونی چاہیے تھی۔ اگر ہمیں کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھے تو اُسے اللہ تعالیٰ کو دنیا ہی میں عبرت ناک سزا دینی چاہیے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیوں؟ یہ سزا ہمیں کیوں مل رہی ہے؟ پہلا سوال تو یہ ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں ان حالات کو سمجھنا اور ان کا حل تلاش کرنا چاہیے۔

قرآن مجید نے کوئی بات تشنہ نہیں چھوڑی۔ قرآن نے ہمیں صاف طور پر بتا دیا تھا کہ اگر تم نے دین کے ساتھ بے وفائی کی تو اللہ تمہیں دنیا میں ذلیل ورسوا کر دے گا۔ سورۂ بقرہ کی آیت 85 ہے: ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ ''کیا تم کتاب وشریعت کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کا انکار کرتے ہو؟'' یہاں اصل گفتگو یہود سے ہو رہی ہے' لیکن آئینہ ہمیں دکھایا گیا ہے۔ یہود اور اہل کتاب کا معاملہ کیا تھا؟ جیسے شریعت کے ساتھ آج ہمارا سلوک ہے وہی ان کا تھا کہ کچھ باتوں پر عمل ہو رہا ہے' کچھ دینی شعائر کی تو تھوڑی بہت پابندی ہے' لیکن کاروبار اپنی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے جانتے ہیں سود حرام ہے' لیکن سود خوری ہو رہی ہے۔ معاشرت اپنی مرضی کی ہے۔ حالانکہ دین ایک وحدت کا نام ہے۔ اگر نماز کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تو سود چھوڑنے کا حکم بھی اللہ کا ہے۔ ستر وحجاب کی تعلیمات کس کی ہیں؟ قرآن مجید میں معاشرتی تعلیمات انتہائی تفصیل سے آئی ہیں' لیکن ہم ان کو سرے سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بہرحال یہ طرزِ عمل کہ کتاب وشریعت کے ایک حصے کو ماننا اور ایک کو نہ ماننا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ یہ بات ہم نے قومی سطح پر بھی کہی ہے کہ بغیر سود کے آج کل کاروبار نہیں ہو سکتا۔ مشرف صاحب نے کہا تھا کہ آج کے دور میں معاشی نظام سود کے بغیر نہیں چل سکتا۔ گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہو تو ہو' ہمیں تو یہی کام کرنا ہے! قدیم اسلامی تہذیب آج نہیں چلے گی' آج تو ویسٹ سے آئی

ہوئی' جدید تہذیب اور کلچر کو فروغ دینا ہے' یہ ہمارا فیصلہ ہے۔ لہٰذا فرمایا کہ تم کتاب وشریعت کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کا انکار کرتے ہو۔ ایسے لوگوں کے لیے بڑا واضح پیغام ہے' سن لو: ﴿فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''جو کوئی تم میں سے اس حرکت کا ارتکاب کریں گے ان کی سزا اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ دنیا کی زندگی میں انہیں ذلیل ورسوا کر دیا جائے'' ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ ''اور قیامت کے روز انہیں سخت ترین عذاب کی طرف لوٹا دیا جائے گا''۔ تم چاہے یہ سمجھو کہ جنت میں ہماری سیٹ ریزرو ہے' مسلمانوں کے ہاں پیدا ہو گئے تو جنت پر ہمارا پیدائشی حق ہے' سن لو جو لوگ دین کے ساتھ یہ سلوک کریں گے' اللہ کے دین سے بے وفائی کریں گے قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں جھونک دیے جائیں گے۔

دین وشریعت کو ماننا ہے تو پورے کو اختیار کرو۔ پورے کو اختیار کرنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ طے کریں کہ پوری زندگی میں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی پابندی کرنی ہے۔ کسی وقت لرزش ہوگئی' پاؤں پھسل گیا' غفلت ہو گئی' کوتاہی ہوگئی تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے' لیکن رخ صراطِ مستقیم پر ہو۔ یہ نہیں کہ مسجد کی حد تک تو اللہ کا حکم چلے گا' جبکہ گھر یا کاروبار میں اپنی مرضی کریں گے۔ یہ نامکمل بندگی اور ادھوری اطاعت اللہ کو قبول نہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ ''اے اہل ایمان! دین میں (اللہ کی اطاعت میں) پورے کے پورے داخل ہو جاؤ'' ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ (البقرۃ:208) ''اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی مت کرنا۔'' شیطان تو تمہیں فحاشی کی طرف بلاتا ہے' از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ﴾ (البقرۃ: 268) ''شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے''۔ جب انسان کو یہ اندیشہ ہو کہ کل کیا کھاؤں گا' کیسے اپنے مستقبل کا انتظام کروں گا تو گویا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کا معاملہ ذہن سے نکل گیا۔ اب سود کو فروغ ملتا ہے اور ذہنیت یہ بنتی ہے کہ پیسے سے اور پیسہ بنایا جائے۔ شیطان کا دوسرا سب سے بڑا ہتھکنڈا ہے کہ فحاشی وعریانی کے ذریعے تمہیں اللہ کی اطاعت سے دُور کرتا ہے۔

لہٰذا یہ اُصول بتا دیا کہ اگر تم نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا تو دنیا میں بھی ذلت ومسکنت کا عذاب تم پر مسلط کر دیا جائے گا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی اسی سنت کا ظہور ہوا۔ قرآن مجید میں دو جگہوں پر آیا ہے کہ ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ:61) ''اُن پر ذلت اور مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا گیا' اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے''۔ یہ کب کی بات ہو رہی ہے؟ ان کے ہاں مسلسل نبی اور رسول آ رہے تھے' اور وہ اس زمین پر اللہ کی نمائندہ اُمت تھے۔ وہ دو ہزار سال تک اس زمین پر اللہ کی نمائندہ اُمت رہے ہیں۔ اس میں سے ان کی تاریخ کے چودہ سو سال ایسے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی دور ایسا نہیں ہے کہ ان کے مابین کوئی نبی یا رسول موجود نہ ہو' بلکہ ایک وقت میں ایک سے زائد نبی بھی موجود رہے۔ خود بنی اسرائیل کون ہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں سے جو نسل چلی ہے وہ بنی اسرائیل ہے' کوئی باہر کی نسل شامل نہیں ہے۔ کس درجے ان کا شجرۂ نسب پاکیزہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خود اللہ کے نبی' ان کے والد حضرت اسحاق علیہ السلام اللہ کے نبی' ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء اور امام الناس ہیں۔ لیکن اس قوم نے بھی جب دین سے بے وفائی کی تو ان پر اس دنیا میں اللہ کے عذاب کے کوڑے برسے ہیں۔ اس کی تفصیل آپ قرآن حکیم میں جابجا دیکھ سکتے ہیں۔ جب انہوں نے دین اور شریعت سے بے وفائی کی اور وہ طرزِ عمل اختیار کیا جو آج ہم نے اختیار کیا ہے تو ان پر ذلت اور مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا گیا۔

مسکنت کہتے ہیں محتاجی (Helplessness) کو کہ آدمی کچھ کر نہیں سکتا۔ جیسے ہمارے ساتھ ہو رہا ہے کہ ہم کچھ نہیں کر پا رہے۔ پورے عالمِ اسلام پر نظر ڈالیں' سب کی یہ کیفیت ہے۔ امریکہ کی شکل میں ایک ظالم قصاب ہے۔ اور 57 بھیڑیں ہیں جو اس کے سامنے ہیں۔ اس کے عزائم سب کو نظر آ رہے ہیں۔ پہلے ایک بھیڑ کو پکڑا یعنی افغانستان پر حملہ' پھر عراق کو آ دبوچا۔ بقیہ پچپن بھیڑیں کچھ نہیں کر سکتیں۔ وہ منصوبہ بندی کی صلاحیت سے بھی عاری ہیں۔ او آئی سی کا اجلاس ہوا لیکن اصل ایشو پر بات ہی نہیں ہوئی۔ نشستند' گفتند' برخاستند۔ اس وقت اُمت کے وجود اور بقا کو جو خطرات لاحق ہیں اس پر کوئی گفتگو نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان بھیڑوں میں جو بحث ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ اگلی باری کس کی ہے؟ اس سے زیادہ کچھ کرنے پر قادر نہیں۔ اسے کہتے ہیں مسکنت کا عذاب۔ یہ ہے معاملہ جو ہمارے ساتھ ہوا' اور اس وقت ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اُمت کے اجتماعی جرائم کی سزا ہے جو ہمیں مل رہی ہے۔

اسی بات کو آنحضور ﷺ نے بڑی عمدگی سے واضح فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ)) ''اللہ تعالیٰ اب اس کتاب کے ذریعے قوموں کو عروج اور سربلندی عطا فرمائے گا اور اس کو ترک کرنے کی پاداش میں ذلیل ورسوا کر دے گا''۔ ہمارے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ ہم نے اللہ کی کتاب کو چھوڑا' شریعت کو چھوڑا' دین کو چھوڑا' اپنی تہذیب کو چھوڑا' تو آج اللہ نے ہم پر ذلت ورسوائی مسلط کر دی۔ اقبال نے بھی بات کہی تھی۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

وہ چند ہزار آنحضور ﷺ کے تربیت یافتہ عرب کے صحرا سے نکلے تھے' اور وقت کی دو سپر پاورز سے بیک وقت ٹکرا گئے۔ سلطنت ایران کی تو دھجیاں بکھیر دیں' اس کا وجود ہی ختم ہو گیا تھا' اور رومن ایمپائر کے ایک بڑے حصے پر اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔ وہ صرف چند ہزار تھے' اور آج ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں' لیکن ذلت ومسکنت کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ وہ واقعی مسلمان تھے اور مسلمان کا مطلب کیا ہے؟ اللہ اور رسول کے حکم کے آگے سر جھکا دینے والا۔ جیسے قرآن پوری زندگی میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مؤمن ہو''۔ اگر اللہ اور رسول پر ایمان ہے تو ان کی اطاعت بھی کرو' لیکن تم نے چونکہ قرآن کو چھوڑ دیا' شریعت کو چھوڑ دیا' اللہ کے دین کو چھوڑ دیا تو اللہ نے تمہیں بے یار ومددگار چھوڑ دیا۔ تمہارا نقشہ تو یہ ہے کہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

یہ وہ جرائم ہیں جن کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ یہ کسی ایک طبقے کا قصور نہیں ہے۔ یہ قومی وملی جرائم ہیں۔ اچھے سیرت وکردار کے مالک افراد تو اب بھی موجود ہوں گے' اقبال کے اس شعر کے مصداق کہ

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو!

لیکن پاکستان ہی کا جائزہ لے لیجیے' ان 57 برسوں میں کسی ایک طبقہ پر آپ انگلی نہیں رکھ سکتے کہ ان کا کردار ایک رول ماڈل کا ہے۔ سیاست دانوں کی کرپشن اظہر من الشمس ہے۔ فوج کا حال سب کو معلوم ہے۔ بیوروکریسی کے بارے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جاگیردار طبقہ ہو' وڈیرے ہوں' سرمایہ دار ہوں' اسلامی اعتبار سے ان میں سے ہم کسی کو رول ماڈل نہیں کہہ سکتے۔ یہاں تک کہ علماء اور دینی طبقات کا حال سب پر عیاں ہے' جن کا رول قرآن نے متعین کیا تھا نہی عن المنکر' یعنی منکرات اور معاصی کے آگے بند باندھنا' لوگوں میں معروف یعنی نیکی کے جذبات جگانا اور منکرات سے بچنے کا ایک جذبہ پیدا کرنا' اور پھر یہ کہ عوام کے اندر منکرات کے خلاف کھڑے ہونے کا ایمانی جذبہ اور جہادی جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس منبر ومحراب سے یہ کام ہونا چاہیے تھا' لیکن انہوں نے اس ذمہ داری کو کتنا ادا کیا' اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال یہ نہ سمجھا

جائے کہ کوئی طبقہ اس سے بچا ہوا ہے۔ ہاں ہر طبقے میں انفرادی طور پر نیک لوگ آپ کو نظر آ جائیں گے' لیکن مجموعی طور پر زوال کی کیفیت ہے۔ اگر ہم یہ کہہ دیں کہ اس وقت جو صاحب اوپر بیٹھے ہوئے ہیں' سارا قصور اُن کا ہے' اگر ان کو گھسیٹ کر نیچے لے آئیں تو قوم کے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے' تو یہ حقائق سے چشم پوشی ہوگی۔

اب رہا یہ سوال کہ اس صورت حال سے نجات کی راہ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ کس چیز کی سزا ہے تو اس کا تدارک کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے قوم کو اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا' انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ انفرادی طور پر قبلہ درست کرنے کا طریقہ یہ ہو گا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (التحریم:8) ''اے ایمان والو! اللہ کے حضور توبہ کرو صاف دل کی توبہ!'' اب تک زندگی میں جو کوتاہی ہوئی' اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف چلتے رہے' اس پر پشیمانی ہو کہ پروردگار! سابقہ گناہوں کو بخش دے' ہم تیری جناب میں رجوع کرتے ہیں۔ ﴿اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ﴾ اس کے بعد عزم مصمم ہو کہ آئندہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت والی زندگی گزارنی ہے۔ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سب سے مقدم ہوگی' باقی سب چیزیں اس کے تابع ہوں گی۔ جبکہ اجتماعی قبلہ درست کرنے کا راستہ یہ ہے کہ اس ملک میں اللہ کی عطا کردہ شریعت' دینِ حق' نظام مصطفیٰ ﷺ' نظام خلافت یعنی اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی قائم کیا جائے۔ جب تک ہم یہ نہیں کریں گے ہماری دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔ قرآن مجید میں یہ صاف کہہ دیا گیا: ﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المائدۃ:68) اگرچہ یہ بات یہود و نصاریٰ سے کہی گئی تھی لیکن یہ ایک اصولی بات ہے' جس کا اطلاق ہم پر بھی ہوتا ہے کہ جب تک اللہ کی عطا کردہ شریعت کو قائم نہیں کرتے' اللہ کے ہاں تمہارا کوئی مقام نہیں۔ تمہارا اللہ سے بات کرنے کا منہ نہیں۔ اللہ تمہاری بات سننے کو تیار نہیں' کیونکہ جو شریعت اللہ نے عطا کی ہے' جو دین عطا کیا ہے' جو نظامِ عدلِ اجتماعی عطا فرمایا ہے تم نے اس کو قائم نہیں کیا۔ یہ ستاون اسلامی ملک ساری دنیا کو اپنے عمل سے' زبانِ حال سے یہ پیغام دے رہے ہیں کہ وہ نظامِ حق' وہ دینِ مصطفیٰ جس کے یہ پوری اُمت گن گاتی ہے' وہ آج کے دور میں قابل عمل نہیں ہے' وہ آج سے چودہ سو سال پہلے کے لیے تھا۔ اگر آج قابل عمل ہوتا تو مسلمانوں نے خود اپنے ہاں قائم و نافذ کیا ہوتا۔ گویا ہم اس دین کے خلاف خود گواہی دے رہے ہیں۔ لہٰذا جب تک ہم انفرادی طور پر اپنا قبلہ درست نہیں کریں گے اور اجتماعی سطح پر دین کو قائم کرنے کے لیے سرگرم عمل نہ ہوں گے ہمارے حالات نہیں بدلیں گے۔ جیسا کہ سورۂ محمد کی آیت 7 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ﴾ ''اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا'' مطلب یہ کہ پہلے تو تم اپنے آپ کو حالت جنگ سے نکالو جو تم نے سودی نظام کی صورت میں اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف قائم کر رکھی ہے۔ اور پھر اس رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ مسلمان ہوتے ہوئے اگر تم باطل نظام پر قائم ہو کر بیٹھ گئے ہو تو اللہ کی مدد نہیں آئے گی' یہ بات طے شدہ ہے۔ قرآن میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے: ﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ (آل عمران:160) یعنی جب اللہ تمہاری مدد کرنے پر آ جائے' تمہارا پشت پناہ بن جائے' جب تمہیں اللہ کی حمایت حاصل ہو جائے تو کوئی قوت تم پر غالب نہیں آ سکتی۔ یہ راستہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں دیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: فرقان دانش خان)

---

## پریس ریلیز

**8 جولائی 2005ء**

نائن الیون اور سیون سیون کے واقعات دراصل اسلام کے خلاف عالم کفر کی سازشوں کا حصہ ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دشمن طاقتوں نے ان واقعات میں مسلمانوں کو استعمال کر کے پہلے امریکہ اور اب یورپ کے غضب کو اسلام کے خلاف بھڑکانے کوشش کی ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ نائن الیون کے بعد امریکہ میں مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی گئی تھی اب مسلمانوں کو انگلستان اور یورپ میں سخت حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اہل ایمان کی سخت آزمائش کا وقت ہے لہٰذا ہمیں سخت سے سخت امتحان کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہ اسی آزمائش کا حصہ ہے کہ مسلمانوں کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی بجائے مغربی تہذیب اور کلچر کو اپنایا جائے اور اگر اسلام پر چلنا ہے تو جس روشن خیال اسلام کا تصور یہود و نصاریٰ کی جانب سے پیش کیا جا رہا ہے' اُسے اختیار کیا جائے۔ یہ دجالی فتنے کا عروج ہے۔ اس امتحان میں کامیابی سے گزرنے کے لیے پختہ ایمان و یقین اور اللہ پر توکل کی ضرورت ہے۔ لیکن اس امتحان میں سے کامیابی کے ساتھ گزرنا آسان نہیں ہے۔ مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت جن میں نام نہاد سکالرز اور دانشور بھی شامل ہیں' آج شیطانی قوتوں کے سامنے سرنگوں ہیں اور نام نہاد روشن خیالی کے پرچارک بنے ہوئے ہیں۔ البتہ ان حالات میں یہ امر امید افزا ہے کہ ''مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے'' کے مصداق مسلمانوں میں بھی بیداری کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں طالبان کے حملوں میں شدت کے بعد امریکہ اب عراق یا افغانستان میں سے کسی ایک جگہ کو چھوڑنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ اسی طرح ردِّ عمل کے طور پر ایران میں بھی اسلام پسند ابھر کر سامنے آ گئے ہیں جو امریکہ کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔ گویا یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو دبانے کے لیے جتنا زور لگا رہے ہیں' اس میں اتنی تیزی آ رہی ہے۔ تاہم اس آزمائش میں کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو کسی دباؤ میں آئے بغیر اللہ اور رسول ﷺ کی کامل اطاعت کو اپنا وطیرہ بنائیں گے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

ایاز امیر

# عالم اسلام کی زبوں حالی

کیا امریکہ کے خلاف غم و غصے کے اظہار کے لیے مسلم دنیا کو قرآن کریم کی بے حرمتی کی کسی (حقیقی یا مبینہ) رُوداد کی واقعی کوئی ضرورت تھی؟ کیا وہ دوسری ڈھیروں وجوہات موجود نہیں تھیں' جن کی بناء پر ہر مسلم ملک کے سیاسی عناصر اور سیاسی اعتبار سے باشعور لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ امریکہ کے خلاف اگر علم بغاوت بلند نہیں کر سکتے تھے تو کم از کم صدائے احتجاج ہی بلند کرتے۔ کیا امریکہ ساری اسلامی دنیا میں بدی کے بیج نہیں بو رہا' خاص طور پر عراق میں جسے جنگ ویت نام کے بعد مصائب اور بدی کی سرزمین میں بدل کر رکھ دیا گیا۔

ایسا نہ ہو کہ ہم یہ بھول جائیں کہ جنگ عراق کے خلاف سب سے زیادہ طاقتور اور موثر احتجاجی مظاہرے دنیائے اسلام میں آباد بے روح عوام نے نہیں کئے' بلکہ مسیحی مغرب کے ہوشمند شہریوں کی طرف سے کئے گئے۔ اسلام کے ہلالی پرچم تلے آنے والے ممالک میں کوئی ایسا مظاہرہ نہیں ہوا' جس کا موازنہ لندن اور نیویارک وغیرہ جیسے مغربی شہروں میں ہونے والے جنگ مخالف جلوسوں سے کیا جا سکے ..... نیز فرانس اور جرمنی میں ہونے والے جنگ مخالف مظاہروں کی کوئی مثال تو سرے سے پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ مشرقی لندن سے منتخب ہونے والے رکن پارلیمان جارج گیلووے کے باغیانہ انداز احتجاج کی مثال بھی اسلامی دنیا میں ناپید ہے' جس نے ٹونی بلیئر کو یہ باور کرا دیا کہ عراق پالیسی کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔

برطانوی انتخابات میں عراق ایک متنازع مسئلہ ہو سکتا ہے' لیکن اسلامی دنیا میں یہ ایسا مسئلہ ہرگز نہیں' جس کے بارے میں رائے عامہ تقسیم ہو' لیکن اس کے حکمران ..... جن کی بھاری اکثریت کٹھ پتلی افراد اور مفاد پرستوں پر مشتمل ہے' اپنے ہی داخلی اندیشوں کی وجہ سے دہشت زدہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس لیے کہ ان میں سے بیشتر وہ ہیں' جن کا سب سے بڑا غیر ملکی پشت پناہ امریکہ ہے اور اس لیے بھی کہ وہ کوئی ایسا کام کرنے کو تیار نہیں' جس سے ان کا اقتدار خطرے میں پڑ سکتا ہو' ان سے کسی باوقار ردعمل کی توقع رکھنا حماقت ہوگا۔

مہاتیر محمد ایک مستثنیٰ رہنما تھے' جو عراق کے خلاف مہم کے حوالے سے امریکہ کو ہدف تنقید بناتے تھے' لیکن ملائیشیا بھی اپنے اقتصادی معجزے کے سبب اس کا متحمل نہیں ہو سکا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے اور اسے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے کہ مہاتیر خود ایک مضبوط آدمی تھے' انہیں آسانی سے ڈرایا اور دھمکایا نہیں جا سکتا تھا۔ ان حالات یعنی کامیاب معاشی کارکردگی اور مضبوط قیادت کو واپس لانا آسان کام نہیں۔

بلاشبہ پاکستان کے لیے بھی اپنی بھاری فوج (وہ جس کسی کام کے لیے بھی ہو؟) اور ایٹمی صلاحیت (دنیا کا پہلا اسلامی بم) کے باوجود مہاتیر کی نقل کرنا آسان نہیں۔ پاکستان نے تو امریکہ کے سامنے جھکنے اور ادب سے پسپا ہو جانے کو ایک مثبت قدر بنا لیا ہے' حالانکہ اکثر اس کی کوئی وجہ بھی نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے ہم ساری اسلامی دنیا میں سب سے زیادہ بڑے شعلہ بیان خطیب ہوں' لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ ایسی اسلامی بات کون سی ہے' جو ہمیں پختہ و راسخ اطاعت شعاری پر آمادہ کرتی ہے؟

اگر بڑی طاقتوں کے جبر واستبداد کے سامنے ڈٹ جانا واقعی ایک اسلامی قدر ہے اور عقیدے کی صحیح تعبیر کے مطابق یقیناً ایسا ہی ہے تو فیڈل کاسترو کو (جن کی مثال بلا تامل پیش کی جا سکتی ہے) ساری مسلم دنیا کے حکمرانوں کے مقابلے میں یہ اعزاز دیا جا سکتا ہے کہ وہ اسلامی اقدار پر کاربند ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے حکمران طبقوں میں زبردست احساس عدم تحفظ پایا جاتا ہے؟ وہ امریکہ کے آلہ کار بننے کے لیے اس قدر آمادہ کیوں رہتے ہیں؟ بیشتر پاکستانی سیاستدان یہ کیوں سوچتے ہیں کہ اسلام آباد کا راستہ واشنگٹن سے ہو کر گزرتا ہے؟ اقتدار سے محروم بے نظیر بھٹو اب بھی امریکی حکام سے ملنے کی آرزومند کیوں رہتی ہیں' جبکہ انہیں جن حکام سے شرف ملاقات کا موقع ملتا ہے' وہ وزارت خارجہ میں بہت کم مرتبہ لوگ ہیں۔ اس بات کا سبب کیا ہے کہ پاکستان کے فوجی صدر اپنے امریکی تعلقات پر غیر معمولی فخر کا اظہار کرتے ہیں؟

حقائق کے سامنے سرتسلیم خم کر دینا الگ بات ہے' اسے سیاسی تدبر کی علامت بھی کہا جا سکتا ہے' لیکن 11 ستمبر کے بعد ہمارے فوجی حکمرانوں نے حقیقت پسندی کے ساحلوں کو پیچھے چھوڑ کر امریکہ کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہونے کے لیے غیر معمولی جوش و خروش سے کام لیا' حالانکہ ان کا فرض منصبی ان سے اس کا ہرگز تقاضا نہیں کرتا تھا۔

یہ درست ہے کہ ہر وہ حرکت جس سے قرآن مجید کی بے حرمتی کا اشارہ ملتا ہو' مسلمانوں کی دکھتی رگ کو چھیڑنے کے مترادف ہے اور ان میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں' جن کا شمار عقیدے اور ایمان کے اعتبار سے پکے مسلمانوں میں نہیں ہوتا' لیکن کیا اس سے کم قبیح کوئی حرکت مسلم دنیا کو مشتعل کرنے کے لیے کافی نہیں؟ گوانتانامو بے بھی نہیں' جس کی اسیری اور ایذا رسانی کا سارا انظام نازیوں کے مظالم کی یاد دلاتا ہے۔ کابل کے شمال میں بگرام کا اڈاہ بھی سی آئی اے کے کنٹرول میں کام کرنے والی ایک اذیت گاہ ہے۔ ایذا رسانی کے ان دونوں مراکز کے بارے میں تحقیقاتی رپورٹیں مغربی پریس ہی میں شائع ہوئی ہیں۔ عرب اور مسلم پریس میں سے کتنوں کو اس کی توفیق ہوئی ہے؟

بغداد کے نزدیک ابوغریب جیل میں ایذا رسانی کی توہین آمیز تصاویر فراہم کرنے والا شخص بھی ایک امریکی سپاہی تھا۔ حتیٰ کہ قرآن کریم کی بے حرمتی کی رپورٹ بھی ایک مغربی ذریعے' نیوز ویک نے شائع کی' اگر عراق میں اترنے والا آسیب امریکی ہے تو اس ناجائز مہم کے شدید ترین ناقدوں کا تعلق بھی امریکہ یا مغربی ممالک ہی سے ہے۔ اس داستان میں عالم اسلام کا حصہ خاموشی' بزدلی' مصلحت پسندی یا کھوکھلی جذباتیت کی صورت ہی میں سامنے آیا ہے۔

پاکستان میں اس کی مذمت کا بیڑا متحدہ مجلس عمل کے مولوی حضرات نے اٹھا رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے' جسے ان کی عظمت اور سرمایۂ افتخار کا نام دیا جا سکتا ہے' بشرطیکہ یہ شبہ لاحق نہ رہے کہ ابتلاو آزمائش کی صورت میں وہ سب سے بڑے نقلی مُلّے بازوں کا گروہ ہی ثابت ہوں گے۔ 17ویں ترمیم کے ذریعے اقتدار پر مشرف کی گرفت کو قانونی جواز فراہم کرنے میں انہوں نے معاون کا جو اہم کردار ادا کیا ہے' اس کے بعد کون ان پر اعتماد کرنے کے لیے تیار ہوگا؟

لہٰذا مغربی سیاہ کاریوں کی مذمت میں منہ سے جھاگ اڑانے سے قبل مناسب ہوگا کہ ہم اپنی حالت کا جائزہ بھی لیں۔ تحقیر و اہانت باہر سے بھی مسلط کی جا سکتی ہے' لیکن اکثر و بیشتر کمزوری اور بے مقصدیت بھی اسے دعوت دینے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ عراق کے معاملے میں امریکہ بدی کے ارتکاب پر تلا بیٹھا تھا' لیکن اس کی راہ اس بات کے علم سے بالکل ہموار ہو گئی کہ عظیم دنیائے اسلام کی طرف سے نہ صرف یہ کہ کوئی خطرہ لاحق نہیں' بلکہ امریکہ اس کے طاقتور طبقوں کے تعاون پر بھروسہ بھی کر سکتا ہے۔ عراق پر حملہ کے لیے خلیج میں پھیلے ہوئے اڈوں نے سپرنگ بورڈ کا کام دیا۔ سو ہم باہر والوں کو ایک حد تک ہی اپنا دشمن ہونے کا الزام دے سکتے ہیں۔ آیئے دیکھیں آج عالمی معیشت کی مرکزی حقیقت کیا ہے؟ عالمی معیشت بڑی حد تک مسلمانوں (عربوں' ایرانیوں اور وسط ایشیائی اقوام) کے

تیل سے قوت حاصل کر رہی ہے۔ اگر اسلامی احیا کا عمل جاری ہوتا اور مشرق وسطیٰ' ایران اور پاکستان کے مرکزی علاقے میں صنعتی انقلاب آ چکا ہوتا تو تقریباً سو برس سے زمین کے پیالوں سے نکالی جانے والی یہ ساری دولت اب تک ذہنی انقلاب اور معاشی قوت کی صورت میں ڈھل چکی ہوتی' لیکن بجائے اس کے یہ دولت بے مقصد مصارف میں ضائع کی جا رہی ہے اور اشرافیہ کے اقتدار کو بچانے کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔

اس صورت حال میں مسلم دنیا میں اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ رہی ہے' لیکن یہ بے چینی کیا صورت اختیار کرے گی؟ بن لادن ازم سب سے زیادہ رجعت پسندانہ صورت ہونے کی بناء پر سب سے زیادہ بری صورت ہوگی' اس فلسفے کے پیروکار مستقبل پر گرفت حاصل کرنے کے بجائے تصوراتی ماضی کی حقیقتوں کو سہارا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

امریکی کہتے ہیں کہ ہم بن لادن ازم کی جڑ کاٹ رہے ہیں۔ وہ ایسا کوئی کام انجام نہیں دے رہے۔ غلط تصورات پر مبنی عراقی مہم انہی قوتوں کی نشو ونما کا باعث بن رہی ہے' جنہیں امریکہ تباہ کرنا چاہتا ہے۔ صدام حسین نے ابومصعب الزرقاوی کو پیدا نہیں کیا' اسے امریکیوں نے پیدا کیا ہے۔ صدام کی قیادت میں عراق ایک سیکولر ملک تھا' اب اس سرزمین میں مذہبی صدائیں گونج رہی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا امریکیوں کو مشرقِ وسطیٰ سے دلچسپی ہے یا مسلم ڈیموکریسی سے؟ آپ کہیں گے تم مذاق کر رہے ہو' اگر کبھی جمہوریت اپنی حقیقی روح کے ساتھ اسلامی دنیا میں آ گئی تو سب سے پہلے امریکی اثر ورسوخ کو اٹھا کر باہر پھینک دیا جائے گا۔ مراکش سے انڈونیشیا تک جمہوری ریاستوں کا سلسلہ اتنا زور دار ہوگا کہ امریکہ کے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا۔ امریکیوں کو بھی اس کا بخوبی علم ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنے مقصد کے لیے مفید سمجھتے ہیں تو عالم اسلام میں جمہوریت کا سودا بیچنے کے لیے صدا لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

اس طرح مسلم ممالک اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ مسلم دنیا میں نہ تو جمہوریت کو امریکہ کے تحفے کی صورت میں آنا چاہیے اور نہ اس کی تعبیر امریکی مفادات کی روشنی میں کی جانی چاہیے' اس کی ضرورت کا احساس مسلم معاشروں کے اندر سے پیدا ہونا چاہیے۔

فی الحال مسلم تیل امریکی طاقت کے عقد میں ہے۔ سستے تیل کا مقصد عالمی معیشت کے پہیے کو رواں رکھنا ہے اور امریکہ کا وزن ''سٹیٹس کو'' کے پلڑے میں ہے۔ مسلم تیل کو ساری اسلامی دنیا میں جمہوریت سے منسلک کر دیا جانا چاہیے۔ صرف اسی صورت میں احیائے اسلامی کے دوسرے دور کی گفتگو حقیقت پر مبنی ہوگی۔ بن لادن ازم جیسا کوئی لائحہ عمل احیائے اسلامی کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

(بہ شکریہ روزنامہ ''پاکستان'' لاہور)

احوال وطن

# ہمارا سب سے بڑا معاشرتی مسئلہ

**محمد یعقوب ضیاء**

ہر معاشرے کے کچھ مسائل ہوتے ہیں مگر ہمارا معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو مسائل سے بھرپور ہے۔ غور کیا جائے تو ہمارے مسائل قدرتی نہیں بلکہ خود ساختہ ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے پاس وسیع خطہ زمین کے علاوہ وافر افرادی قوت ہے۔ ہمارے ملک میں بلند وبالا اور سرسبز پہاڑ' سطح مرتفع اور وسیع میدان ہیں۔ سارا سال بہنے والے دریا ہیں۔ نہروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ اناج' سبزیاں' پھل ہماری ضرورت کے لیے کافی ہیں بلکہ ہم برآمد بھی کرتے ہیں۔ معدنیات کی بھی کمی نہیں۔ پرآسائش زندگی کے لوازمات مثلاً پانی' بجلی' گیس' ٹیلی فون' ریلیں' بسیں' ہوائی جہاز ہر قسم کے تعلیمی ادارے اور ہسپتال وغیرہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر ان سب نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم پریشان ہیں اور افسوس اس بات کا ہے کہ اپنے بھائی بندوں کے ہاتھوں پریشان ہیں۔ کسی دفتر' کسی ادارے میں چلے جائیں عوام کا ایک ہجوم اپنے مسائل کے حل کے لیے پریشان نظر آئے گا۔ اول تو کوئی شخص ان کی مدد اور رہنمائی کے لیے موجود نہیں اور اگر اس مقصد کے لیے کوئی اہلکار متعین کیا گیا ہے تو وہ بھی عام طور پر معذوری کا اظہار کرتا ہے اور کسی دوسرے اہلکار یا افسر کی طرف بھیجتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہر اہلکار کو کسی کیس کو نپٹانے میں دیر کرنے کا حق تو حاصل ہے مگر فیصلہ کرنے کا اختیار شاید کسی کو نہیں۔

موجودہ پریشان کن صوت حال کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے تمام مسائل کی بنیاد ایک ہی بنیادی مسئلہ ہے اور وہ ہے ہماری دوہری شخصیت یا دوسرے لفظوں میں منافقت۔ اجتماعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی ہم دوہری شخصیت کے حامل ہیں۔ جو کچھ ہم اپنے لیے پسند کرتے ہیں دوسروں کے لیے نہیں کرتے۔ ہمارا کردار ہماری گفتار سے میل نہیں کھاتا۔ مثال کے طور پر ہم پچھلے پچاس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ سے اسلام کے نفاذ کا مطالبہ اور بلند بانگ دعوے کرتے آ رہے ہیں مگر آج تک اپنے آپ پر اسلام نافذ نہیں کر سکے۔ مارشل لاء سے چھٹکارہ پانے کے لیے جمہوریت کا مطالبہ کرتے ہیں اور جمہوری دور کے مسائل کا حل مارشل لاء میں تلاش کرتے ہیں۔ یہ چکر بڑے تسلسل سے جاری ہے۔ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جب مسافروں سے بھری ہوئی کوئی بس کسی سٹاپ پر نہیں رکتی تو وہاں کھڑے لوگ ڈرائیور کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ڈرائیور تھوڑی دور جا کر سواریاں اتارنے کے لیے بس کھڑی کرے تو لوگ دوڑ کر بس میں سوار ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ کوئی خوش قسمت بس کے دروازے میں لٹکنے میں کامیاب ہو جائے تو فوراً ڈرائیور کو ہدایت کرتا ہے کہ بس میں مزید سواریوں کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا آئندہ کسی سٹاپ پر بس کو کھڑا نہ کیا جائے۔ ہمارے نوجوان اپنے لیے مخلوط تعلیمی ادارے پسند کرتے ہیں مگر اپنی بہنوں کے لیے نہیں۔ ہم اپنی قومی زبان اُردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا مطالبہ کرتے ہیں مگر اپنے بچوں کو انگلش میڈیم سکولوں میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے کام کروانے کے لیے ہمیں جائز اور ناجائز مناسب اور غیر مناسب قانونی اور غیر قانونی کی تفریق پسند نہیں۔ ہمارا بچہ امتحان میں زیادہ نمبر حاصل کرے تو ہم اس کی ملازمت یا کسی تعلیمی ادارے میں داخلہ کے لیے میرٹ کی وکالت کرتے ہیں' کم نمبر لے تو سفارش یا رشوت کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ حصول مقصد میں ناکامی ہمیں کسی صورت گوارا نہیں۔ ہر طرف رشوت کا دور دورہ ہے۔ اس سلسلے میں سرکاری غیر سرکاری دفاتر کی بھی کوئی تخصیص نہیں۔ ہم نے باقاعدہ ایک محکمہ انسداد رشوت ستانی کے لیے قائم کیا ہوا ہے مگر صورت حال میں کچھ اصلاح نہیں ہوئی۔ سوائے چند خدا ترس ملازمین کے یا جنہیں کوئی موقع رشوت کا حاصل نہیں' باقی سب اہلکار رشوت کے بغیر کام کرنے پر آمادہ نہیں یا کم از کم یہ توقع رکھتے ہیں کہ متعلقہ شخص یا درخواست گزار خود ان کے حضور بار بار حاضر ہو کر بالمشافہ اپنے مسئلہ کے حل کے لیے درخواست کرے۔

مذکورہ بالا حالات نہایت تکلیف دہ ہیں۔ کسی ایک شخص کے لیے نہیں سب کے لیے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جب ہم اپنا کوئی مسئلہ لے کر کسی اہلکار کے پاس جاتے ہیں تو اکثر وہ اہلکار اپنے کسی مسئلہ کے حل کے لیے کسی اور کے پاس منت سماجت کے لیے گیا ہوا ہوتا ہے اور اس طرح سے کئی کئی چکر لگانے کے باوجود ملاقات تک نہیں ہوتی۔ یہ بات نہایت سنجیدگی سے سوچنے کی ہے کہ کیا موجودہ صورت حال جاری رہے۔ اگر ہم اس تکلیف دہ صورت حال سے نجات چاہتے ہیں تو ہمیں انصاف کے حصول کے لیے کچھ موثر اقدامات کرنے ہوں گے اور سب سے پہلے اپنے اندر اخلاقی قوت پیدا کر کے دوہرے معیار اور منافقت کو ترک کرنا ہوگا۔

# حکومت برطانیہ اور جمال الدین افغانی

سید قاسم محمود

بہرحال تقریباً دو سال اس طرح گزرے۔ جب 1882ء میں مصر کی قومی تحریک نے ایک خطرناک انقلابی تحریک اختیار کر لی اور اعرابی پاشا مطالبہ حقوق کے میدان میں نمودار ہوئے تو ہندوستان میں برطانوی حکومت کی نظریں شیخ پر پڑنے لگیں' اس لیے کہ جو درخت مصر میں بار آور ہو رہا تھا' اس کا باغبان حیدر آباد میں مقیم تھا۔ طل الکبیر کے معرکہ میں اعرابی پاشا کو شکست ہوئی اور اسکندریہ پر برطانوی بیڑہ کی گولہ باری نے آخر برطانوی ''دخل'' کی بنیاد کو مضبوط کر دیا۔ اس زمانہ میں جب یہ ہنگامہ ہو رہا تھا' شیخ کو حیدر آباد سے لا کر کلکتہ میں نظر بند کر دیا گیا جہاں وہ کچھ عرصہ مرزا حاجی عبدالکریم شیرازی کے مکان پر مقیم رہے۔ اعرابی کی بغاوت کے سلسلہ میں شیخ کی نظر بندی کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ 11 ستمبر 1881ء میں قصر عابدین کے سامنے جو فوجی مظاہرہ ہوا تھا' اس موقع پر اعرابی نے فخریہ کہہ دیا تھا کہ میں چاہوں تو ہندوستان میں مسلمانوں سے بغاوت کرا دوں۔ اعرابی کا یہی قول غالباً شیخ کی نظر بندی کا باعث ہوا۔ کلکتہ میں شیخ بالکل ایک سیاسی قیدی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب مصر میں برطانوی ''دخل'' مکمل ہو چکا تو شیخ کو ہندوستان سے روانہ ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ اپنے روزنامہ میں بلنٹ ایک جگہ کہتا ہے کہ اس سے مفتی عبدہٗ نے ایک دفعہ یہ کہا تھا کہ ہندوستان سے پہلے شیخ پہلے امریکہ گئے اور وہاں سے یورپ آئے' لیکن کسی ذریعہ سے بھی امریکہ کے سفر کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ممکن ہے کہ چند روز کے لئے وہ امریکہ چلے گئے ہوں مگر ان کی زندگی کا یہ زمانہ بالکل خاموش ہے اور یقیناً امریکہ میں ان کا قیام بہت مختصر رہا ہوگا' اس لیے کہ وسط 1883ء میں وہ پیرس آ چکے تھے۔

## جریدہ العروۃ الوثقیٰ

ہندوستان سے شیخ برطانوی حکومت کے متعلق جو تاثرات لے کر نکلے تھے' ان کا اندازہ بلنٹ کے روزنامچہ سے ہے کہ مئی 1884ء میں ''العروۃ الوثقیٰ'' کا پہلا نمبر شائع ہوا تھا' لیکن میرے پاس اس کا پہلا نمبر موجود ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 13 مارچ 1884ء سے اس کی اشاعت شروع ہوئی تھی۔ اس پرچے کے کل 18 نمبر شائع ہوئے اس طرح غالباً اکتوبر 1884ء میں وہ بند ہو گیا۔ ان 18 پرچوں کے مضامین مصر میں شائع ہو چکے تھے' لیکن اصلی پرچے بہت کم لوگوں کے پاس پائے جاتے ہیں۔ اہل ذوق شیخ کے ان پارہ ہائے جگر کو ڈھونڈتے ہیں اور نہیں پاتے۔ پروفیسر براؤن کے پاس بھی چار پانچ اصلی پرچے موجود تھے مگر خوش قسمتی سے میں نے ''العروۃ الوثقیٰ'' کے 10 پرچے حاصل کر لیے ہیں اور میں ان کو شیخ کے متعلق اپنی تلاش و تحقیق کا ایک قیمتی سرمایہ اور عزیز یادگار سمجھتا ہوں۔ پہلے پرچہ کا افتتاحیہ گو جمال الدین یا مفتی عبدہ کا لکھا ہوا نہیں معلوم ہوتا' تاہم اس کے چند الفاظ اس لیے نقل کرتا ہوں کہ وہ شیخ کے خیالات و عزائم کا پرتو ہیں:

''جب کسی قوم میں ضعف و غفلت کا غلبہ ہوتا ہے تو کوئی اجنبی قوت اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔ تا آنکہ اس کا بے پناہ علم اس بے حس قوم میں ایک روح تازہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ محسوس کرتی ہے کہ اس کی گئی ہوئی قوت پھر حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اتحاد و اتفاق سے کام لیا جائے''۔

نفوس انسانی کی خاصیت کچھ ایسی ہے کہ پہلے تو وہ ظلم و قہرمانیت کو برداشت کرتی ہے لیکن جب یہ چیز حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو ان کا بزدل بھی شیر دل ہو جاتا ہے۔ لومڑی بھی پلنگ بن جاتی ہے اور بالآخر کوئی نہ کوئی راہ خلاصی کی نکال ہی لیتی ہے...... مشرقی اقوام پر اس ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی ہے۔ ہر مغلوب قوم پیکر غربت بنی ہوئی ہے۔ بالخصوص مسلمانوں کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے۔ ان کے سلاطین باعظمت تخت حکومت سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے صاحب حقوق لوگ اپنے حقوق سے محروم ہیں۔ ان کے باعزت لوگ ذلیل کرائے گئے ہیں۔ ان کے غنی فقیر کر دیئے گئے ہیں۔ تندرست و توانا لوگ لنگڑے لولے اور اپاہج کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے شیر نیستان چوپاؤں سے بدتر ہو گئے ہیں خصوصاً اس پانچ سال کے عرصہ میں بسلسلہ حوادث بالا مصر میں جو تخم پاشی ہوئی ہے' وہ تو خوب ہی ہے لیکن ان شاء اللہ وہ جنہوں نے یہ تخم پاشی کی ہے' پھل ایسا پائیں گے جو ان کے طرز عمل کی مکافات ہوگا یعنی اس نخل بے ثمر سے اگر وہ پھل پائیں گے تو وہ اندرائن''۔

پھر یورپ کی طرف اشارہ کر کے لکھتا ہے کہ:

''یہ حرص و ہوس کے ٹھیکیدار' یہ قومیں جہاں جاتی ہیں' دوست بن کر جاتی ہیں۔ رفاقت و محبت کے لہجے میں باتیں کرتی ہیں۔ رفتہ رفتہ ان میں حاکمانہ اسپرٹ کا اظہار ہوتا ہے۔ کہیں وہ تخت حکومت کی حفاظت کے لیے جاتی ہیں۔ کہیں کسی ملک کو اغیار کی دستبرد سے بچانے' کہیں کسی ملکی حکومت کو مستحکم و قوی بنانے' کہیں بغاوت کے جراثیم پر حملہ کرنے' غرض جب کہیں جاتی ہیں تو طرز ان کا یہی ہوتا ہے مگر پھر چھا جاتی ہیں''۔

کس قدر گرم' کس قدر تلخ' کس قدر قوی وہ جذبات ہوں گے جن کے ماتحت ''العروۃ الوثقیٰ'' کا پہلا افتتاحیہ لکھا گیا ہوگا۔ ''العروۃ الوثقیٰ'' کے مضامین نگاروں میں ہر ملک کے قوم پرستوں کا نام آنے لگا تھا۔ منجملہ ان کے مصری قوم پرست سعد زاغلول بھی تھا جو شیخ کے معتقدین میں اور شیخ کے سیاسی متبعین میں سے تھا۔ کچھ تعجب نہیں کہ ''العروۃ الوثقیٰ'' کے مضامین نے نہ صرف لندن اور یورپی ممالک کے دفاتر خارجہ میں بلکہ مصر میں بھی ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ مشرق کی کوئی آواز اس وقت تک مغرب کی دراز دستیوں کے خلاف اس قوت کے ساتھ بلند نہ ہوئی تھی۔

''العروۃ الوثقیٰ'' کی آواز نے لندن اور قاہرہ میں نیندیں حرام کر دیں اور اسکے پرچے جن کے سرورق پر ایک طرف شیخ کا نام اور دوسری طرف مفتی عبدہٗ کا نام شائع ہوتا تھا' لندن' پیرس' برلین اور مصر کے اخبارات میں نقل کیے جانے لگے۔ شیخ جنہوں نے خود بھی فرانسیسی زبان سیکھ لی تھی' ان مضامین کے تراجم فرانسیسی اخبارات کے ذریعہ سے دنیا کی دوسری زبانوں میں شائع کر رہے تھے۔ فرانس کی علمی دنیا میں شیخ کی شخصیت کو ان کے علمی مقالات نے بہت بلند کر دیا۔ خصوصاً عالم فرانسوی ریناں کے ایک مقالہ کے جواب میں شیخ نے جو مضامین ''ژورنال دوبا'' اور ''ریویو سائنٹفک'' میں لکھے' انہوں نے شیخ کے تبحر کا ایک روشن نقش قائم کر دیا۔ ریناں کا موضوع یہ تھا کہ اسلام سائنس کے عمل کا مخالف ہے اور شیخ کے جوابات کے بعد ریناں نے اپنے جواب الجواب کا عنوان بھی ''اسلام اور علم'' رکھا تھا۔ یہ مضامین 1883ء میں کالمان لیوی نے تصانیف ریناں کے نام سے شائع کر دیئے تھے مگر ایک ہی سال بعد ان کا عربی ترجمہ حسن آفندی عاصم نے مصر میں شائع کیا۔ مصر سے جب شیخ نکالے گئے تھے تو خدیو توفیق نے ان کی ہزار کتابیں ضبط کر لی تھیں' لیکن پیرس میں پھر انہوں نے اپنا ایک ذاتی کتب خانہ جمع کر لیا تھا۔ معلوم نہیں کہ بعد کو وہ کہاں گیا۔

''العروۃ الوثقیٰ'' کو وہ مالی مشکلات کی وجہ سے جاری نہ رکھ سکے۔ غالباً ان کی غیور طبیعت نے غیروں سے مالی امداد کا حاصل کرنا گوارا نہ کیا۔ یہ ان کے کریکٹر کا ایک

امتیازی شان تھا۔ جب وہ مصر سے نکالے گئے اور یورپ جانے کے لیے سویز آئے تو ان کے پاس زادِ راہ بھی نہ تھا۔ ایرانی قنصل نے چاہا کہ کچھ امداد کرے' لیکن ان کا جواب ان کے کریکٹر کی صحیح تصویر تھا۔ انہوں نے کہا ''آپ اپنا روپیہ اپنے ہی پاس رکھیں۔ مجھ سے زیادہ آپ کو اس کی ضرورت ہے۔ شیر جہاں جائے گا اپنی غذا ڈھونڈ لے گا''۔ اسی طرح ایک دفعہ پیرس سے لندن آئے تو وہاں بھی تنگدستی نے پریشان کیا' لیکن اس کو برداشت کرتے رہے اور کبھی گوارا نہ کیا کہ کسی سے امداد چاہیں۔ اسی زمانہ میں ان کے کسی دوست نے ان کے حالات کے متعلق بلنٹ کو ایک خط لکھا تھا جو مجھے 1927ء میں بلنٹ کے کاغذات میں مل گیا تھا۔ اس کی چند سطریں بہت دلچسپ ہیں۔

''میں یہ سطریں بصیغۂ راز لکھ رہا ہوں۔ یہ مطلب آپ ہی تک محدود رہے۔ جمال الدین مالی حیثیت سے بہت تنگ ہیں۔ ان کو اب لندن کی اقامت چھوڑ کر نواحِ لندن میں جانا پڑا ہے۔ کسی نے ان کو کچھ روپیہ دینا چاہا تھا مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ اب جمال الدین کو ریلوے کے تیسرے درجہ میں سفر کرنا پڑے گا۔ ایسے عظیم الشان شخص کے لیے یہ تکلیف کس قدر افسوسناک ہے۔ اس لیے آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جمال الدین کے لیے ایک ہزار فرانک وہبی بے کے پتہ پر 30 بڈ فورڈ پلیس۔ رسل سکوائر میں بھیج دیجئے۔ ان کو معلوم نہ ہو کہ میں آپ کو روپیہ کے لیے لکھ رہا ہوں۔ ان کو بہت غصہ آئے گا اگر یہ معلوم ہو جائے''۔

شیخ کی تمام زندگی اسی طرح گزری مگر وہ کبھی اپنی مالی مشکلات کی شکایت نہیں لائے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہی مالی مشکلات تھیں جنہوں نے ''العروۃ الوثقیٰ'' کی زندگی کو اس قدر مختصر کر دیا۔ تاہم آج تک یہ حال ہے کہ شیخ کا جو کوئی نام لیتا ہے' وہ ''العروۃ الوثقیٰ'' سے بھی واقف ہے۔ شاید ہی مشرق میں کسی اخبار کو اتنی مختصر زندگی میں اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی ہو۔

### افغانی اور حکومتِ برطانیہ

پیرس کے قیام میں شیخ کا تعلق برطانوی سیاسیات کے مدوجزر سے بہت کافی رہا اور اس کا وسیلہ زیادہ تر بلنٹ تھے۔ ان ہی کی تحریک پر کچھ روز کے لیے شیخ لندن گئے تھے۔ بلنٹ یہ چاہتا تھا کہ برطانوی وزارت کے بعض اراکین سے شیخ کی معاملات مصر کے متعلق گفتگو کرائیں۔ چنانچہ 1885ء میں وہ بادلِ ناخواستہ لندن گئے اور کچھ روز ساؤتھ واٹر میں بلنٹ کے پاس ہی مقیم رہے' لیکن یہ زمانہ گلیڈ سٹون کی پالیسی کا نصف النہار کا زمانہ تھا اور برطانوی سیاست کے ماہرین مشرقی ممالک کی آزادیوں کو ختم کر کے مشرق پر مغربی پالیسی کا پورا تسلط قائم کرنا چاہتے تھے۔ علاوہ بریں شیخ کے مضامین کا لندن میں بہت چرچا ہو چکا تھا اور برطانوی مدبرین شیخ کے ارادوں کو بہت بری نظر سے دیکھ رہے تھے۔ تاہم بلنٹ کی کوششوں سے شیخ نے لارڈ چرچل اور سر ڈرامنڈ ولف سے ملاقاتیں کیں۔ ولف مصر میں برطانیہ کا نمائندہ ہو کر جا رہا تھا' مگر وہ پہلے اسلامبول جانے والا تھا اور برطانوی حکومت کی یہ خواہش تھی کہ شیخ اس کے ساتھ اسلامبول جائیں اور ترکی و برطانیہ کی بعض الجھنوں کے سلجھانے میں مدد دیں۔ اسی کے ساتھ ان سے وعدہ کیا گیا کہ تخلیہ مصر کا سوال بھی طے کر دیا جائے گا۔

لیکن ان امور کے طے ہو جانے کے بعد یکا یک ولف روانہ ہو گیا اور شیخ کا ساتھ لے جانا منسوخ کر دیا گیا۔ برطانوی سیاست کی اس اضطراری کروٹ نے شیخ کو بہت متاثر کیا اور اس کے بعد انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اب وہ برطانوی مدبرین کی میٹھی باتوں سے دھوکا نہ کھائیں گے اور اس کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ ان سے متنفر رہے۔ چنانچہ اپنی روانگی سے پہلے جو خط انہوں نے بلنٹ کو لکھا' اس میں ان کی مایوسی اور غم وغصہ کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ انہوں نے 17 جولائی 1885ء کو یہ خط تحریر کیا:

''آپ کے کارہائے نمایاں اور مساعی جمیلہ کا ہر شخص کی زبان پر چرچا ہے۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے اور تمام باتوں سے محفوظ رکھے۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ موجودہ وزارت کی حکمت عملی بھی مصر اور سوڈان کے بارے میں گزشتہ وزارت ہی کی سی ہے۔ میٹھے اور خوشگوار وعدوں سے بھوک کب جاتی ہے؟ جہاں تک میں سمجھتا ہوں مصر کا مسئلہ افغانستان کے معاملہ پر منحصر ہے اور افغانستان کا معاملہ تمام تر میرے ہاتھ میں ہے' اس لیے میں نے تو یہ طے کر لیا ہے کہ آئندہ ہفتے افغانستان روانہ ہو جائیں اور میرے جانے سے ان شاء اللہ آپ کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ عنقریب میں آپ کو اپنی کارگزاریوں سے مطلع کروں گا' لیکن شرط یہ ہے کہ انہیں اس وقت تک اپنے ہی تک رکھئے گا جب تک کہ ہم کسی مفید نتیجہ پر نہ پہنچ جائیں''۔

اس خط سے شیخ کے ارادوں کا کافی اندازہ ہوتا ہے' گو کہ وہ اس وقت اپنے حسب منشاء براہ راست افغانستان نہ جا سکے' لیکن ان کا بجائے افغانستان کے روس کی طرف جانا بھی یہ بتا رہا تھا کہ وہ مصر کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے افغانستان اور روس کا متحدہ دباؤ انگلستان پر ہندوستان میں ڈلوانا چاہتے تھے اور اس طرح ایک نیا نقشہ جنگ تیار کر کے مصری قوم پرستوں کی امداد کرنا چاہتے تھے اور اس منصوبہ میں بلنٹ بھی ان کا ہم خیال تھا۔ یہ معلوم ہے کہ مسلمانانِ بلخ و بخارا سے ان کے بہت کافی تعلقات تھے۔ بہرحال وہ روس ضرور گئے' لیکن یہاں ان کی زندگی کی داستان ذرا مشتبہ ہو جاتی ہے اور اس امر کا فیصلہ متضاد بیانات کی وجہ سے مشکل ہو جاتا ہے کہ پیرس سے وہ پہلے روس گئے یا ایران گئے' پھر ایران آئے' پھر دوبارہ روس گئے اور پھر ایران واپس آئے۔ میں اس معمہ سے حاضرین کو تھکانا نہیں چاہتا اور کسی دوسرے موقع پر اس الجھیڑے کو سلجھانے کی کوشش کروں گا' لیکن بہرحال سلسلہ بیان قائم رکھتا ہوں۔ روس میں انہوں نے اخبار 'مسکوی' کے مشہور ایڈیٹر کاتکوف سے بہت زیادہ رسم وراہ پیدا کی اور اس کے ذریعہ سے اپنی آواز کے لیے ایک راستہ پیدا کیا' لیکن کاتکوف کا اسی زمانہ میں انتقال ہو گیا اور شیخ کے منصوبوں کو یقیناً اس کے انتقال سے صدمہ پہنچا۔ تاہم وہ روس میں مقیم اور مسلمانانِ روس کی فلاح میں مساعی کرتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے روسی مسلمانوں کی ایک بڑی خدمت یہ انجام دی کہ زار کو آمادہ کر کے کلام مجید کی اشاعت کی اجازت دلوا دی جس کی اشاعت اس وقت تک روس میں ممنوع تھی۔

اسی دو برس میں شیخ کی ملاقات شاہ ایران سے ہوئی اور پھر وہ بوشہر ہوتے ہوئے ایران تشریف لے گئے اور وہاں سے پھر ایک دفعہ شاہ کا کوئی پیام لے کر روس گئے۔ رسالہ ''کاوہ'' کے ایک مضمون سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شیخ تین ماہ بوشہر میں مقیم رہے۔ وہاں مرزا نصر اللہ اصفہانی اور فرصت شیرازی سے بہت ارتباط رکھتے تھے۔ براؤن لکھتا ہے کہ روس میں انہوں نے شاہ ایران سے ملاقات پسند نہیں کی لیکن آخرکار میونخ میں ملاقات ہوئی اور وہیں سے شاہ ان کو بہ اصرار طہران لے گیا۔ بوشہر کا قیام اس سلسلہ بیان میں اچھی طرح چسپاں نہیں ہوتا' لیکن بہرحال اس داستان کا وہ کوئی اہم حصہ نہیں ہے۔ حاصل کلام یہی ہے کہ شیخ کو شاہ نے عہدہ وزارت پیش کیا اور براؤن ان کے دوست شیخ عبدالقادر المولی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ انہوں نے شاہ کی دعوت پر بہت اظہار تعجب کیا اور شیخ سے کہا کہ ''کیونکر ممکن ہے کہ شاہ آپ کو ایسے عہدہ پر فائز کرے جبکہ یہ معلوم ہے کہ آپ سنی مذہب کی تقویت کے لیے کیا کیا کوششیں کر چکے ہیں''۔ تو شیخ نے صرف اتنا ہی کہا کہ ''یہ بھی شاہ کی ایک حماقت معلوم ہوتی ہے''۔ قصہ مختصر شیخ شیراز و اصفہان ہوتے ہوئے طہران پہنچے اور حاجی محمد حسین امین المغرب کے گھر پہنچے۔

(جاری ہے)

> ''جب کسی قوم میں ضعف وغفلت کا غلبہ ہوتا ہے تو کوئی اجنبی قوت اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔ تا آنکہ اس کا بے پناہ ظلم اس بے حس قوم میں ایک روح تازہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ محسوس کرتی ہے کہ اس کی گئی ہوئی قوت پھر حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اتحاد واتفاق سے کام لیا جائے''۔

# دینی و لادینی حکومت میں فرق

تحریر: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی　　مرسلہ: مرزا ندیم بیگ، سپین

لادینی حکومتیں دراصل ایک ترقی یافتہ منظم اور محفوظ تجارتی ادارے ہیں۔ یہ حکومتیں بنیادی و اصولی طور پر نفع پہنچانے کے لیے نہیں بلکہ نفع اٹھانے کے لیے قائم ہوتی ہیں۔ دوسرے سے کوئی اخلاقی پیغام اور اصلاحی مقصد نہیں رکھتیں نہ ان کے پیش نظر ملک یا قوم کی اخلاقی و روحانی ترقی، انسانوں کی ہدایت اور انسانیت کی حقیقی خدمت و بہبود ہوتی ہے۔ قدرتی طور پر ان کی اصل توجہ آمدنی کے ابواب، نفع اٹھانے کی تدابیر اور سرکاری محاصل و مطالبات کی طرف ہوتی ہے۔ اس غرض کے لیے وہ بے تکلف اخلاق و شرافت کے اصول نظر انداز کرتی اور اخلاقی تعلیمات و مصالح کو پس پشت ڈال دیتی ہیں۔ جہاں کہیں اخلاقیات و مالیات کا تصادم ہوتا ہے وہاں یہ ہمیشہ مالیات کو ترجیح دیتی ہیں۔ ہر مسئلہ میں ان کا نقطۂ نظر معاشی و اقتصادی ہوتا ہے۔ اس طرز کی حکومتیں بداخلاقی و بے حیائی کی بہت سی قسموں کو کچھ قانونی قیود کے ساتھ (جو جرائم کا سدباب نہیں کرتی، بلکہ ان کو صرف نظم و ضابطہ میں لے آتی ہیں) جائز قرار دیتی ہیں۔ عصمت فروشی کا پیشہ ان کی حکومت میں قانوناً جائز ہوتا ہے۔ وہ خود وسیع پیمانہ اور منظم طریقہ پر سودی کاروبار کرتی ہیں۔ مہذب ناموں سے جوئے کی اجازت ہوتی ہے۔ ناموں کی تبدیلی اور بعض ایسی قیود کے ساتھ جو حکومت کے مفاد کو محفوظ رکھتے ہیں، بہت سے اخلاقی جرائم جائز ہوتے ہیں۔ شراب کی نہ صرف اجازت ہوتی ہے بلکہ حکومت بعض اوقات اس کی تجارت اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے اور اس کے خلاف جدوجہد کرنے کو سزا دیتی ہے۔ سینما اور فلم سازی کی صنعت جو اپنی موجودہ روح اور شکل میں ام الجرائم اور قوم میں بداخلاقی کا رجحان اور شہوانی میلان پیدا کرنے کی سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہے، حکومت کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے اخلاقی نقصانات کو جانتے اور دیکھتے ہوئے بھی حکومت اس کو روک نہیں سکتی۔ ریڈیو کا سرکاری محکمہ قوم کی اخلاقی رہنمائی اور تربیت کے بجائے داروغہ ارباب نشاط کے طور پر خدمت انجام دیتا ہے اور قوم میں سنجیدگی اور صحیح ذوق پیدا کرنے کے بجائے اس کے فاسد ذوق اور سطحی رجحانات کا ساتھ دیتا ہے بلکہ اپنے پروگرام سے تفریح پیدا کرتا ہے اور تعلیم و تربیت کا ذریعہ بننے کے بجائے آلۂ تفریح بن کر رہ جاتا ہے۔ قانون مطابع اور حکومت کا محکمۂ احتساب جہاں سیاسیات و انتظامیات میں نہایت ذکی الحس، خوردبیں اور سخت گیر ہوتا ہے اور کسی ادنیٰ تنقید کو بھی بعض اوقات گوارا نہیں کرتا، وہاں اخلاقیات کے بارے میں نہایت فراخ دل، فیاض اور بے نیاز واقع ہوتا ہے۔ غیر ذمہ دار اخبار نویس، فحش نگار ادیب اور افسانہ نگار اپنے حقیر مادی فوائد کے لیے قوم میں اخلاقی طاعون پھیلاتے ہیں۔ لیکن جب تک پانی سر سے نہ گزر جائے، حکومت کی مشین متحرک نہیں ہوتی۔ اس طرز حکومت میں اخلاق کے ساتھ قوم کی صحت بھی محفوظ نہیں رہتی۔ بعض تجارتی ادارے اپنی مضر صحت مصنوعات سے اہل ملک کی صحت کو مسلسل نقصان پہنچاتے رہتے ہیں اور نسلوں کو کمزور بناتے رہتے ہیں۔ لیکن حکام کو رشوت دے کر یا حکومتی اداروں کو گراں قدر مالی امداد پہنچا کر حکومت کے عتاب و احتساب سے بچتے رہتے ہیں۔

اس طرز سیاست کا لازمی نتیجہ ہے کہ اہل ملک کے اخلاق روز بروز پست ہوتے چلے جائیں اور خطرناک اخلاقی انحطاط اور اخلاقی امراض رونما ہوں اور پوری قوم اور اس کے ہر طبقہ میں تاجرانہ ذہنیت اور نفع اندوزی اور موقع پرستی کی ذہنیت پیدا کی جائے اور ایک عام لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو۔ ہر شخص دوسرے کو زیادہ سے زیادہ لوٹنے کی کوشش کرے اور اصول و اخلاق کا مسئلہ بالکل نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔

اس کے برخلاف جو حکومتیں منہاج نبوت پر قائم ہوتی ہیں ان کی بنیاد تجارت کے بجائے ہدایت پر ہوتی ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک عامل سے (جس نے ان کے طرز حکومت کی وجہ سے آمدنی کی تخفیف اور حکومت کے مالی نقصان کی شکایت کی تھی) فرمایا کہ ''محمد رسول اللہ ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے تحصیل دار اور محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے''۔ اس ایک مختصر جملے میں دینی حکومت کا پورا اصول سیاست اور طرز حکمرانی آ گیا۔

دینی حکومت کی بڑی توجہ جمہور کے مذہب و اخلاق اور ان کے اخروی نفع و ضرر کی طرف ہوتی ہے۔ اس کا اصل کام خراج اور محاصل کی تحصیل وصول اور آمدنی کا اضافہ نہیں ہے، یہ سب چیزیں بالکل ضمنی اور ثانوی ہیں اور محض اصلاح و دینی مقاصد کی تکمیل اور انتظام حکومت کے آلۂ کار کے طور پر ہیں۔ وہ تمام سیاسی و مالی امور میں دینی نقطۂ نظر سے غور کرتی ہے، دینی اور اخلاقی اصول و مبادی کو مادی فوائد و مصالح پر مقدم رکھتی ہے۔ اس کے حدود حکومت میں سود، جوا، شراب، زنا، فسق و فجور، بے حیائی کی قسمیں اور ان کے تمام محرکات و ترغیبات اور ایسے مالی معاملات جن سے انفرادی نفع اور اجتماعی مضرت ہو، ممنوع اور خلاف قانون ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس کی وجہ سے عظیم الشان مالی خسارہ برداشت کرنا پڑے اور حکومت کو وسیع آمدنی سے محروم ہونا پڑے، وہ مختلف قسم کی اصلاحات نافذ کرتی ہے۔ اس کو صرف قوم کے افعال و اعمال ہی سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے رجحانات اور ذہنیت پر بھی اس کی نگاہ ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اخلاقی رجحانات بھی افعال و اعمال کو وجود میں لاتے ہیں۔ اگر رجحان درست نہ ہو تو اعمال و افعال کی اصلاح اور جرائم اور بداخلاقیوں کا سدباب کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لیے وہ ان تمام چیزوں پر پابندی عائد کرتی ہے جو قوم میں بداخلاقی، قانون شکنی، نفس پرستی اور عشرت پسندی کا رجحان پیدا کرتی ہے اور ان تمام اشخاص کو مجرم اور ملک کا دشمن گردانتی ہے جو لوگوں میں بے حیائی اور معصیت پسندی پیدا کرتے ہیں۔ خواہ وہ اہل فن ہوں یا تاجر یا اہل حرفہ۔ اس کو قیام امن و انتظام سلطنت کے ساتھ ساتھ اخلاقی نگرانی اور تہذیب نفس کا بھی پورا پورا اہتمام ہوتا ہے اس لیے کہ اس کی حیثیت صرف پولیس اور چوکیدار کی نہیں ہوتی بلکہ ایک شفیق مربی اور اتالیق کی بھی ہوتی ہے۔

اس نوع کی حکومت کا طبعی نتیجہ وہی ہے جو قرآن مجید میں مہاجرین اولین کے تذکرے میں ایک پیش گوئی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے:

> ''یہ (مظلوم) مسلمان وہ ہیں اگر ہم نے زمین میں انہیں صاحب اقتدار کر دیا (یعنی ان کا حکم چلنے لگا) تو وہ نماز کا نظم قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے۔ نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیاں روکیں گے اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے''۔ (الحج)

**شخصیت 5 ...... مطبوعہ شمارہ نمبر 24**

''یہ کون ہیں؟'' صحیح جواب ہے:

حضرت **ابو حذرو اسلمی** رضی اللہ عنہ ہے۔

''ندائے خلافت'' کے قاری شوکت حسین انصاری قرآن اکیڈمی ملتان نے صحیح جواب ارسال کیا ہے۔

# رزقِ حلال کا اصول

محمد طیب سنگھانوی

محنت اور دیانت سے رزقِ حلال کے حصول کو اللہ نے پسند فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''نہیں کھایا کسی نے کبھی کوئی کھانا جو بہتر ہو اس کھانے سے جو اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا گیا ہو اور خدا کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔''

ہاتھ سے کمانا محاورے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں کا محتاج نہ بنائے' بلکہ اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے محنت کے ساتھ روزی کمائے اور ایسی ہی کمائی خدا کو بے حد پسند ہے۔ کسب حلال کا اسلامی تصور یہ ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت نے پیدا کیا ہے اور اسے ہر طرح کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں سے نوازا ہے' اب جو عمل انسان کرتا ہے وہ خدا کی عطا کردہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہی کرتا ہے لہٰذا انسان کی ہر کمائی اللہ رب العزت کی توفیق و ملکیت ہے' یعنی جو مال و متاع انسان کے پاس ہے یا وہ حاصل کرتا ہے وہ سب دراصل اللہ کی ملکیت ہے' اس لئے اللہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی کمائی اور دولت کو اپنے علاوہ محتاجوں' مساکین' یتیموں اور حاجت مندوں وغیرہ پر بھی خرچ کریں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مومن جائز کمائی سے جتنا امیر ہوتا جائے گا' اتنا ہی زیادہ وہ خدا کا خوف رکھے گا اور مزید فیاض ہوتا جائے گا۔ مسلمان دولت کو نہیں بلکہ نیکی کو اصل کمائی سمجھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ توفیق اور مہلت بھی خدا ہی دیتا ہے کہ انسان کما سکے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے کہ ''کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے۔'' اپنی ذات' اپنے بال بچوں اور زیر کفالت افراد کے لئے بہ قدر ضرورت رزق حلال کمانا فرض ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے ''اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں۔ اے پیغمبرو پاک چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ حلال روزی طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ اہل وعیال کے لئے حلال روزی کمانا جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔

کسب حلال کی فضیلت کے حوالے سے سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص لگاتار حلال روزی کماتا ہے اور حرام کے لقمے کی آمیزش نہیں ہونے دیتا' اللہ عزوجل اس کے دل کو اپنے نور سے روشن کر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے جاری ہو جاتے ہیں۔ (کیمیائے سعادت)

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کون سا کسب (کمائی) زیادہ پاکیزہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور اچھی بیع (یعنی وہ تجارت جس میں دھوکا اور خیانت کا دخل نہ ہو۔)'' (طبرانی)

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے مسلمان تاجروں کو مکمل ایمان داری کے ساتھ تجارت کرنے اور انصاف کے ساتھ ناپ تول کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''کم تولنے والوں کی خرابی ہے کہ وہ جب اوروں سے ناپ لیں تو پورا لیں اور جب انہیں ناپ تول کر دیں' کم کر دیں۔ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن' جس دن سب لوگ رب العالمین عزوجل کے حضور کھڑے ہوں گے۔

تاریخ اسلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کسب حلال کے لئے جدوجہد فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ اللہ رب العزت کے مقرب انبیاء بھی کسب حلال کے لئے جدوجہد کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ کسب حلال تمام مسلمانوں پر فرض ہے بلکہ حصول رزق حلال اسلام میں عبادت کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ نیز یہ اللہ رب العزت کی خوشنودی اور رضا کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

## خواتین کے بارے میں پوپ بینیڈکٹ کے خیالات

جریدہ Time مورخہ 2 مئی 2005ء سے ماخوذ (اخذ و ترجمہ: سید افتخار احمد)

نئے پوپ بینیڈکٹ شانز دہم نے چند انکشافات کرنے کی ہمت کی ہے۔ مثلاً ''چرچ میں عورت کا کردار''۔ اس کے کہنے کے مطابق پادری کے عہدہ پر فائز ہونے سے عورت کی محرومی اس کے اختیارات میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ اس میں کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں۔

معاشرہ میں عورت کے کردار کے بارے میں اس نے کہا کہ عوت کے اپنے جبلی دائرہ میں کئی کردار ہیں۔ سب سے اونچا کردار اس کا کنوارہ پن اور پھر ماں بننے کا ہے۔ انتہائی بلندی کے ان دو کرداروں کا درجہ بصیرت افروز احساس سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ پیشہ کے لحاظ سے عورت جب سائنس دان یا صحافی یا وزیراعظم بھی ہوتی ہے تو وہ اپنے فطری مرتبۂ نسوانیت سے گر جاتی ہے فطرت ہمیں یہی بتاتی ہے۔ کہ جب عورت کنوارہ پن یا ممتا کو خیرباد کہہ دیتی ہے تو وہ نسوانیت کے درجہ سے الگ ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنی مکمل قوتِ نسوانیت کے خلاف بغاوت کر دیتی ہے۔ اگر یہ عورتیں آزاد مارکیٹ والی سوسائٹی میں رہتی ہیں تو کیا یہ سوسائٹی ان کو ان کی لیاقت کا معاوضہ دیتی ہے۔ اس طرح یہ سوسائٹی ان کی انسانیت ہی کی جڑیں کھوکھلی کر دیتی ہے۔

ایسی عورت اگر اپنی جبلت کے باعث کسی نامعلوم مرد سے کسی بچے کو جنم بھی دے دیتی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ (وہ صحیح ماں تو نہیں بن سکتی) یہ مرد برائے نام مرد بھی ہو سکتا ہے۔ یا ہم میلان مرد بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح گویا فطرت ہی کو ٹیڑھا ترچھا (توڑ مروڑ) کر دیا جاتا ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

روداد تقریب

# ''تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے''

## شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی کا صحافیوں اور کالم نگاروں کے اعزاز میں عشائیہ

——— رپورٹ: فرقان دانش خان ———

تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ نشرواشاعت نے 18 جون 2005ء کی شام بعد نماز مغرب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی مقامی صحافیوں اور کالم نگاروں سے باہمی ملاقات وتعارف کے لیے شیزان ریسٹورنٹ' دیال سنگھ مینشن مال روڈ لاہور میں ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظمین کے علاوہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ امیر تنظیم اسلامی لاہور اور قمر سعید قریشی ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن بھی شریک تھے۔
جبکہ اس محفل میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے درج ذیل اصحاب نے شرکت کی۔

1۔ جناب محمد لطیف چودھری' روزنامہ ایکسپریس　2۔ جناب پرویز حمید' روزنامہ نوائے وقت
3۔ جناب محمد قذافی' آج ٹی وی　4۔ جناب علی جاوید نقوی' ایڈیٹر ندائے ملت
5۔ جناب اشرف شریف' روزنامہ دن (کالم نگار)　6۔ جناب سیف اللہ خالد' روزنامہ انصاف
7۔ جناب ارشاد احمد عارف' نوائے وقت (کالم نگار)　8۔ جناب عابد تہامی' روزنامہ جنگ
9۔ جناب ممتاز شفیع' ایڈیٹر روزنامہ پاکستان / قومی ڈائجسٹ
10۔ جناب محمد طفیل' روزنامہ جنگ　11۔ جناب قیوم نظامی' روزنامہ دن (کالم نگار)
12۔ جناب آصف مسعود رضا' رپورٹر روزنامہ دن　13۔ جناب حافظ نعیم' روزنامہ خبریں
14۔ جناب سید فرزند علی' چیف رپورٹر روزنامہ اسلام　15۔ جناب عمر رحمان' رپورٹر ڈیلی پوسٹ
16۔ جناب سید آفتاب احمد' اے آر وائی ٹی وی　17۔ جناب اسرار بخاری' روزنامہ امت / تکبیر
18۔ جناب شہباز انور خان' روزنامہ ایکسپریس　19۔ جناب فدا محمد فدا' لندن نیوز
20۔ جناب میاں نثار' رپورٹر روزنامہ پاکستان　21۔ علامہ اصغر علی کوثر وڑائچ' نوائے وقت (کالم نگار)

اس تقریب میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض ناظم نشرواشاعت جناب ایوب بیگ مرزا نے سرانجام دیے۔
امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج ملت اسلامیہ پاکستان اور عالم اسلام شدید ذلت سے دوچار ہے۔ یہ ذلت دراصل اللہ کی طرف سے ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔ امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف مہم اسلام کو مٹانے کی سازش ہے۔ امریکہ اور یہود ونصاریٰ چاہتے ہیں کہ صرف اس اسلام پر عمل کیا جائے جسے وہ Certify کریں۔ انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان کے بعد مذہبی طبقات اور خواص وعوام سمیت کسی طبقے نے بحیثیت مجموعی اپنی ذمہ داری صحیح طور پر ادا نہیں کی۔ ہمارے انہی جرائم کی سزا ہے کہ آج ہم امریکہ کی غلامی کے شکنجے میں جکڑے جا چکے ہیں اور ہمارے حکمران امریکہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی آڑ میں اسلام کی بنیادی اقدار مٹانے اور دین کا حلیہ بگاڑنے پر کمربستہ ہیں۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اسلامی نظریات کی اشاعت میں میڈیا بہت اہم رول ادا کر سکتا ہے' قوم کو صحیح رخ کی طرف لانے میں میڈیا اپنا کردار ادا کرے تو قوم کی نیا پار لگ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ ذلت ورسوائی سے نکلنے کے لیے ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا۔ انفرادی سطح پر ہر فرد اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اختیار کرے اور اجتماعی توبہ یہ ہے کہ ہم اپنی سیاست' معیشت اور معاشرت کو اللہ کے دین کے مطابق استوار کریں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اگرچہ اس وقت مسلمانوں پر بڑا کڑا وقت ہے لیکن اگر ہم اپنا انفرادی واجتماعی قبلہ درست کر لیں تو وہ وقت دور نہیں جب کل روئے ارضی پر اسلام کا غلبہ ہوگا کیونکہ اس کی خبر صادق المصدوق نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دی ہے۔
خطاب کے بعد امیر تنظیم اسلامی نے صحافیوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ اس موقع پر الیکٹرانک میڈیا کی طرف سے اے آر وائی اور آج ٹی وی کے نمائندے بھی تقریب کی کوریج کے لیے موجود تھے۔ پروگرام کے خاتمے پر مہمانان گرامی کے لیے عشائیے کا اہتمام تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ریسٹورنٹ کے اسی فلور پر عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گئی اور یوں یہ پروقار تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

# کیا امت کسی معجزے کے انتظار میں ہے؟

محمد یعقوب عمر

ہمیں یقین نہیں رہا کہ اللہ رب العزت سے زیادہ سچ کہنے والی کوئی اور ذات نہیں۔ مالک حقیقی فرماتے ہیں کہ ''جب تک تم (مسلمان) مکمل طور پر یہود ونصاریٰ کی راہ نہیں لگو گے یہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے''۔ لیکن ہم شاید اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اہمیت دینا ہی نہیں چاہتے۔ ہم ذلت وپستی کی حد سے گزر گئے ہیں' لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لئے ذلت کی کوئی حد نہیں ہے۔ اب بھی ہم میں سے کئی ایک منطق بگھارنے والے یہی فرماتے نہیں تھکتے کہ امریکہ واسرائیل کی چاکری ہی میں ہماری بھلائی ہے۔
صاحب اقتدار لوگوں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہو رہا کہ پہلے وہ اپنے ہاں فرقہ واریت' رشوت' سودخوری' حرام خوری کو بذریعہ جدوجہد ختم کر کے ان میں ایک قوم بننے کی صلاحیت پیدا کریں اور پھر مسلم امہ کو بے بسی کی موت کا احساس دلاتے ہوئے دین اسلام کے حیات آفریں پیغام کا مشورہ دیں۔
الا ماشاء اللہ ہم مسلمان جنت کو اپنا حق سمجھ رہے ہیں۔ اس سے زیادہ دھوکا ہم کیا کھا سکتے ہیں جبکہ آج ہم ذلت وگناہوں کی دلدل میں لتھڑے ہوئے اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے تہی دست ہو چکے۔ اس بات کا شعور ہی جاتا رہا کہ ہو سکتا ہے ہماری سزا کفار سے بھی بڑھ کر ہو۔ ہم کبھی یہ سوچنے کو تیار ہی نہیں کہ اپنا احتساب بھی کریں۔ یوں لگتا ہے کہ خدانخواستہ ہم آزادی سے اور ملک سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے مگر ذلت کے معنی پھر بھی سمجھ نہ پائیں گے۔ ہمارے سربراہوں نے اپنا کندھا پیش کیا اور اپنے نیک ترین بھائیوں کو تلپٹ کر دیا۔ ہم نے احکام الٰہی ''یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور تم میں سے جو کوئی انہیں دوست بنائے گا وہ بھی کافر ہی ہوگا'' (سورۃ المائدہ 51) کا ذرا سا بھی احساس نہ کیا۔ ہم بسنت کو بہار کا نام دے کر یعنی سور پر بکرے کا نام لکھ کر جس قدر جشن مناتے ہیں' ایسے لگتا ہے جیسے یہ کرنا ہی ہماری اخروی نجات کا باعث ہوگا۔ بے غیرتی کی تمام حدیں ہم پار کر گئے ہیں۔ کیا اللہ کے حضور نجات کے لئے ہم یہ اعمال پیش کریں گے؟ روئے ارضی کی تمام اقوام میں جتنی بھی خرابیاں ہوں گی وہ ہم ایک قوم میں جمع ہو چکی ہیں۔ جنہوں نے تربیت کرنی تھی وہ تو خود غیر تربیت یافتہ ہیں۔ بحالات موجودہ' یوں لگتا ہے کہ ہم توبہ کرنے والے ہیں ہی نہیں اور بہرحال عذاب اکبر کے حقدار ٹھہرنا چاہتے ہیں۔

## بانی محترم کے پروگرام کی تیاری کے جائزہ کے لیے امیر حلقہ کا دورۂ حیدر آباد

امیر حلقہ نے ادھر کچھ عرصے سے حیدر آباد میں توسیع دعوت کے لیے ماہانہ پروگراموں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور ہر ماہ کے چوتھے اتوار شب بیداری اور بعد ازآں دن کے گیارہ بجے عوامی درس قرآن کا پروگرام جاری ہے تاکہ ایک جانب رفقاء کی تربیت کا اہتمام ہو سکے تو دوسری جانب توسیع دعوت کا کام بھی ساتھ ساتھ چلتا رہے۔ جب بانی محترم نے یہ عندیہ دیا کہ وہ اس ماہ کچھ زیادہ وقت کراچی کے ماہانہ دورے کے لیے فارغ کرنا چاہتے ہیں تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امیر حلقہ نے ان کے لیے حیدر آباد میں دو پروگراموں کے لیے انہیں راضی کر لیا۔ 25 جون کی شب پبلک گارڈن شادی ہال لطیف آباد یونٹ نمبر 2 میں شب ساڑھے نو بجے ایک جلسۂ عام کا اہتمام کیا گیا اور موضوع سے متعلق سوال و جواب کے لیے 26 جون کو دن کے دس بجے حیدر آباد پریس کلب کے آڈیٹوریم میں ایک خصوصی نشست کا انتظام بھی کیا گیا۔ اس سلسلے میں 8000 ہینڈ بلز تیار کیے گئے۔ 50 بینرز اور 50 ہینگرز بنوائے گئے اور 500 دعوت نامے چھپوائے گئے۔

پروگرام کی تیاریوں کے جائزے اور رفقاء میں تحریک پیدا کرنے کے لیے امیر حلقہ نے 17 جون کو حیدر آباد کے دورے کا پروگرام بنایا۔ راقم بھی اس موقع پر ان کے ہمراہ تھا۔ بعد نماز جمعہ ہم کراچی سے روانہ ہوئے اور نماز عصر سے قبل نقیب اسرہ حیدر آباد کی رہائش گاہ پر پہنچے جہاں چند رفقاء ہمارے منتظر تھے۔ سب سے پہلے یہ طے ہوا کہ پریس کلب میں جہاں ہر ماہ دعوتی پروگرام ترتیب دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے' ذمہ داران سے ملاقات کر کے ان کے آڈیٹوریم کی بکنگ کی جائے۔ علی اصغر عباسی' شفیع محمد لاکھو اور عبد اسلام صاحبان سمیت ہم چند افراد پریس کلب پہنچے۔ کلب کے سیکرٹری محمد اقبال ملاح جو آئندہ کلب کے انتخابات میں صدارتی امیدوار بننے کا ارادہ رکھتے ہیں' سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہمیں وہ آڈیٹوریم دکھایا جو ماہانہ پروگرام کے لیے دستیاب تھا۔ لیکن چونکہ یہ آڈیٹوریم دوسری منزل پر تھا لہٰذا اس ماہ کے پروگرام کے لیے گراؤنڈ فلور پر واقع آڈیٹوریم کو بک کیا گیا۔ دوسری منزل پر واقع آڈیٹوریم کو ماہ دسمبر' 2005ء تک کے لیے بک کر لیا گیا۔ پریس کلب کے منیجر نے بکمال مہربانی اس آڈیٹوریم کی بکنگ کے لیے ٹوکن منی لے کر رسید جاری کر دی۔

پریس کلب سے ہم واپس عبد القادر صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچے جہاں رفقاء کی ایک بڑی تعداد جمع ہو چکی تھی۔ امیر حلقہ نے انہیں سب سے پہلے بانی محترم کے پروگرام کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا۔ اور انہیں یہ احساس دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اخروی فلاح کے لیے ایک موقع عنایت فرمایا ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور جو رفیق جتنا حصہ اس پروگرام میں ڈال سکے' ضرور ڈالے۔ انہیں نے کہا کہ بینرز کو شہر کے نمایاں مقامات پر جبکہ ہینگرز کو مساجد کے علاوہ ایسے مقامات پر جہاں لوگوں کی چہل پہل رہتی ہو' آویزاں کیا جانا ہے۔ دعوت نامے اس لیے طبع کروائے گئے ہیں کہ انہیں رفقاء ذاتی طور پر ان لوگوں تک پہنچائیں جن سے ان کی واقفیت ہو۔ اس کے بعد انہوں نے رفقاء کے انفاق کا جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ صرف دو تین رفقاء ہی اس میں حصہ لے رہے ہیں انہوں نے اقامت دین کی جدوجہد میں انفاق کی اہمیت اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس پر بیش بہا اجر کا تذکرہ فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ انفاق میں حصہ نہیں لے رہے ہیں تو کتنے بڑے اجر سے محروم ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر رفیق کو چاہیے کہ بطور ہدف آمدنی کا پانچ فیصد ہی پیش نظر رکھے۔ ہمیں دنیوی معاملات میں اخراجات کی فکر رہتی ہے' اللہ کی راہ میں خرچ کی فکر تو بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ماہانہ انفاق کے علاوہ ان کی خواہش ہو گی کہ وہ اس پروگرام کے اخراجات کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور انفاق کریں۔ رفقاء کے اس سوال پر کہ پروگرام کے لیے انفاق کی حد کیا ہونا چاہیے' امیر حلقہ نے فرمایا کہ حد آپ نے خود مقرر کرنا ہے۔ فوری طور پر مقامی رفقاء نے پروگرام کی تیاریوں کے لیے ایک کمیٹی علی اصغر عباسی صاحب کی سربراہی میں قائم کی۔ دعوت نامے اور ہینگرز کے بارے میں رفقاء نے اپنی اپنی ضروریات نوٹ کروائیں۔ مختلف اداروں میں خصوصاً حیدر آباد اور اس کے قرب و جوار میں واقع تعلیمی اداروں اور حکومت کے مختلف محکموں میں دعوت نامے پہنچانے کی ذمہ داری مختلف رفقاء نے اپنے ذمہ لی۔ اس موقع پر امیر حلقہ محترمہ مینا ہاشم صاحبہ سے ملاقات کے لیے اندر تشریف لے گئے۔ محترمہ تنظیم کے معاملات میں کافی دلچسپی لے رہی ہیں اور پریس کلب میں پروگراموں کا بندوبست ان کے توسط سے ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے طور پر ہینڈ بلز کی تقسیم کے لیے 2000 ہینڈ بلز بھی منگوایا ہے۔ 7000 مزید ہینڈ بلز طبع کروانے کی ضرورت کو نوٹ کیا گیا۔

اس کے بعد چند رفقاء کی ہمراہی میں امیر حلقہ پبلک گارڈن گئے اور وہاں انتظامات کے لیے ضروری ہدایات رفقاء کو نوٹ کروائیں۔ اس موقع پر گارڈن کے منیجر محمد حنیف صاحب نے بھی اپنے مشوروں سے نوازا اور انتظامات میں اپنے بھرپور تعاون کی یقین دہانی فرمائی۔

واپسی میں شفیع محمد لاکھو صاحب نے ایک مقامی ہوٹل میں عشائیہ دیا۔ جس کے بعد ہم رات گئے کراچی کے لیے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سربلندی کی جدوجہد کے سلسلے میں ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے' ہمارے اس دورے کو بار آور فرمائے اور ہماری اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(رپورٹ: محمد سمیع' کراچی)

## تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام شب بیداری

ماہ جون 2005ء کی شب بیداری کا پروگرام 18 جون کو تنظیم کے دفتر واقع جامع مسجد خدام القرآن اکیڈمی روڈ والٹن میں نماز عشاء کے فوراً بعد شروع ہوا۔

امیر تنظیم جناب قرۃ العین صاحب نے پروگرام کی ترتیب اور اس کو منعقد کرنے کی اہمیت واضح کی۔ انہوں نے حاضرین سے گزارش کی کہ وہ یہ نیت کر لیں کہ آج کی رات کا قیام خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے اور وہ ایک رات کے لیے اللہ کے مہمان ہیں۔

☆ بعد نماز عشاء جناب محمد مبشر صاحب نقیب اُسرہ ڈیفنس نے انقلابی جماعت میں نظم جماعت کی پابندی کے حوالے سے سورہ نور کی آیات 62 تا 64 کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ جو بھی کارکن نظم جماعت کا پابند نہیں دراصل وہ جماعت کی جڑیں کھوکھلی کر رہا ہوتا ہے۔

☆ اس کے بعد ایک سنیئر رفیق تنظیم جناب اللہ بخش صاحب نے تذکیری نوعیت کی گفتگو کی اور مطالبات قرآنی حاضرین کے سامنے رکھے۔ انہوں نے خاص طور پر صبر و استقامت کی اہمیت پر زور دیا۔

☆ اس کے بعد کینٹ تنظیم کی ایک اہم شخصیت جناب حبیب الرحمٰن قریشی صاحب نے اپنا تفصیلی تعارف کرایا۔ انہوں نے رفقاء کو بتایا کہ وہ کن کن مراحل سے گزرنے کے بعد تنظیم میں شامل ہوئے۔ بعد ازاں چند نئے شامل ہونے والے رفقاء نے بھی اپنا تعارف کرایا۔

☆ اس پروگرام کے بعد چائے کا وقفہ کیا گیا۔

☆ چائے کے بعد کچھ ساتھی آرام فرمانے لگے اور کچھ ساتھی زیارت قبور کے لیے قریبی قبرستان چلے گئے۔

☆ تقریباً ڈھائی بجے رفقاء و احباب کو تہجد کی نماز کے لیے جگایا گیا اور ساتھیوں نے انفرادی طور پر نوافل ادا کیے۔

☆ نماز فجر کے بعد فتح محمد قریشی صاحب نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے معاشرے میں برائیوں کے پیش نظر نہی عن المنکر کے حوالے سے احادیث پر روشنی ڈالی۔

☆ درس حدیث کے بعد جناب محمد اشرف وصی صاحب نائب ناظم دعوت نے دین کے عملی تقاضے کے حوالے سے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں پر گفتگو کی۔ یہ نشست ایک گھنٹہ پر محیط تھی۔ آخر میں دعا کرائی گئی۔

☆ اس کے بعد حاضرین کو ناشتہ کرایا گیا اور یوں پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: عبدالرزاق' چھاؤنی لاہور)

## تنظیم اسلامی لاہور وسطی کا دعوتی و تربیتی پروگرام

تربیتی پروگرام کا اصل مقصد تذکیر' وعظ' یاد دہانی' نصیحت' قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کا پیغام

رفقاءِ تنظیم اسلامی اور احباب تک پہنچاتا ہے۔ یہ اصل میں ذریعہ تعلیم بالغاں غلطیوں کی اصلاح کرنے کا موثر ترین پلیٹ فارم ہے۔ تاکہ وہ مستقبل قریب میں تذکیر بالقرآن وحدیثِ مبارکہ کا علم تمام کر فعّال کردار ادا کر سکیں ان ہی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے تنظیم اسلامی وسطی لاہور ہر ماہ دعوتی و تربیتی پروگرام کا انعقاد کرتی ہے۔ اِس ماہ بھی یہ پروگرام حسبِ معمول 19 جون 2005ء بروز اتوار صبح 9:30 بجے 37 حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور میں منعقد ہوا۔ مدرس جناب شکیل احمد صاحب نے سورۃ توبہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا اور تلاوت شدہ آیات مبارکہ کی تفسیر اور تشریح بیان کی۔ جناب زاہد اسلم صاحب نے ''سود اور بنکنگ'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ جناب خالد مختار صاحب نے ''صحابہ کرامؓ کا تعارف'' قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا۔ جناب مبارک گلزار صاحب نے کتابچہ ''تعارف تنظیم اسلامی'' سے سلسلہ وار گفتگو جاری رکھی۔

جناب امجد ظہور صاحب نے داڑھی کی فضیلت واہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی جناب امجد محمود صاحب نے ادائیگی طریقہ نماز کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایا اور مصدق امین صاحب نے اخبار ''ضربِ مومن'' سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس سے شرکاء بہت متاثر ہوئے۔ جناب نثار احمد خاں صاحب نے اپنی سلسلہ وار گفتگو ''حقیقتِ ذکر'' کی عظمت وفضیلت اور اہمیت کو حدیثِ مبارکہ ﷺ کی روشنی میں وضاحت سے بیان کیا۔

اس دعوتی وتربیتی پروگرام میں چالیس رفقاء واحباب نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نمازِ ظہر باجماعت ادا کی گئی اور اجتماعی دُعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔ بعد میں شرکاء کو کھانا کھلایا گیا۔

(مرتب: عبدالرؤف)

## تنظیم اسلامی گوجرانوالہ ڈویژن کا ایک روزہ پروگرام

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰہِ کی مہم جو اللہ تعالیٰ کے توکل کچھ عرصہ قبل تنظیم اسلامی نے آغاز کیا تھا۔ وہ منزل بہ منزل آگے بڑھ رہی ہے' چنانچہ علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ کے ایک رفیق محمد سلیم صاحب جو کچھ عرصہ قبل امارات سے مستقل وطن آ گئے ہیں کی دعوت پر ایک روزہ دعوتی پروگرام رکھا گیا۔ لاہور سے ہم ناظم دعوت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب کی امارت میں صبح سوا دس بجے پہنچے جہاں ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن جناب شاہد رضا اور محمد سلیم صاحب ہمارے منتظر تھے چنانچہ خطبہ جمعہ طے شدہ پروگرام کے مطابق جامع مسجد عمرؓ چوہدری رحمت اللہ بٹر نے دیا موضوع تھا ''انسانوں سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ'' ''تقریباً ایک گھنٹہ خطاب میں خطیب مسجد عمر جناب قاری محمد افضل نے خطبہ پر حوصلہ افزاء مختصر تبصرہ فرما کر اذان کے بعد عربی خطبہ دیا اور نماز جمعہ کے لیے تنظیم اسلامی کے مشن کی کامیابی کی دعا کی اُس کے بعد فروٹ سے ہماری تواضع فرمائی' بعد از نمازِ عصر علامہ محمد اقبال نعمانی کی جامعہ محمدیہ مسجد میں ادا کی اور اُن سے اُن کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ چوہدری صاحب نے اُن کو تنظیم کے فکر اور علماء سرپرستی کرنے پر زور دیا۔ کہ علماء کی اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی کی مہم کی قیادت کریں۔ باطل طاغوت کے غلبہ اور اہل حق کی سرد مہری ایک المیہ ہے ورنہ یہ کہنا بجا ہوگا۔

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کیسا حسین فریب ہے جو کھائے ہوئے ہیں ہم

علامہ صاحب نے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی غلبہ دینِ حق کی سعی کو جامع الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا ہم اُن کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے ہماری مشروب سے تواضع فرمائی اُس کے بعد جامع مسجد عمرؓ میں بعد از نمازِ مغرب درس کا اعلان خطاب جمعہ پر کیا ہوا تھا۔ جس میں حاضری حوصلہ افزاء تھی جناب بٹر صاحب نے ''سچا امتی کون؟'' کے موضوع پر ایک گھنٹہ خطاب کے بعد نوجوانوں سے دعوتی نشست ہوئی۔ یہ نوجوان ہمارے بعد محمد سلیم صاحب اور شاہد رضا کے رابطہ میں رہیں گے۔

اس کے بعد ہم عشاء کے بعد لاہور کو روانہ ہو گئے۔ یہ پروگرام مختصر مگر کامیاب فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰہِ کا پروگرام تھا۔

(راقم السطور: محمد بن عبدالرشید رحمانی)

## روداد مدرسین تربیت گاہ بمقام میاندم (سوات)

جون 26 تا 30 کے دوران تنظیم اسلامی کے شعبہ تربیت کے تحت صوبہ سرحد میں میاندم (سوات) کے مقام پر ایک مدرسین تربیت گاہ میں شمولیت کا تجربہ ہوا جو خاصہ ایمان افروز اور دلچسپ تھا۔

پروگراموں کی نوعیت سے یہ اندازہ لگانے میں قطعی مشکل پیش نہیں آئی کہ اس تربیت گاہ کا مقصد کیا تھا۔ اولاً تو ایسے رفقاء جو قرآن حکیم کی تبلیغ کی ذمہ داری سنبھالنا چاہتے تھے ان کی علمی وفکری رہنمائی پیش نظر تھی۔ ثانیاً جو رفقاء پہلے سے قرآن حکیم کے مبلغ بننے کی سعادت حاصل کر چکے تھے ان کے اندر نکھار پیدا کرنا تھا تاکہ یہ ذمہ داری مزید احسن طریقہ سے ادا کر سکیں۔

اس تربیت گاہ میں پاکستان کے مختلف مقامات سے تقریباً نو (09) رفقاء نے کل وقتی شرکت کی جبکہ مزید تین رفقاء کی شرکت جُز وقتی رہی۔ سب سے منفرد بات یہ نظر آئی کہ تربیت گاہ کا مقام عام آبادی سے ہٹ کر ہونے کی وجہ سے رفقاء اپنے گھروں میں رات گزارنے کی رخصت لینے کی زحمت سے بچ گئے جو کہ اکثر وبیشتر اپنے مقامی شہروں میں ہونے والی تربیت گاہوں کا مشاہدہ ہے۔ قریب سے قریب بھی رہنے والے رفیق کم از کم چھ (06) گھنٹوں کا مشقت بھرا سفر کرنا پڑتا۔ ایک دوسری منفرد بات یہ تھی کہ یہاں پر موبائل فون کے سگنل غیر موثر تھے جس کی وجہ سے رفقاء یکسور ہے اور پورے انہماک سے دیگر پروگراموں میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ نے رفقاء کے اس صبر کے نتیجے میں آیات افاقی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ مرحمت فرمایا جس سے رفقاء نے اپنے فارغ اوقات میں بھرپور فائدہ اٹھایا اور خوشنما پہاڑوں' جاذب نظر مناظر' چشموں اور پھلوں سے لدے درختوں سے لطف اندوز ہوئے اور شکرانِ نعمت سے اپنے اجر میں اضافہ کیا۔

تربیت گاہ کی ابتدا حسب معمول تعارف سے ہوئی جس میں خصوصی طور پر تنظیم میں شمولیت اختیار کرنے کا محرک اور تنظیم میں شامل ہونے کے بعد گھریلو زندگی پر اس رفاقت کے اثرات کا ذکر کیا گیا۔ بانیٔ محترم کا ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ'' کتابچے کا چھ گھنٹے پر محیط تازہ ترین درس بذریعہ وڈیو روزانہ کے معمولات میں شامل رہا جس سے ہر رفیق کو ''کرنے کا اصل کام'' کی روشنی میں اپنے موجودہ مقام کو پہچاننے میں آسانی ہوئی۔ رفقاء کی نصرت کے لیے امیر محترم بھی تربیت گاہ کے دوران تشریف لائے اور تبلیغ قرآن کے لیے بہت مفید رہنمائی عنائت فرمائی اور قرآن حکیم کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں کی بابت علماء کے خدشات گوش گزار کیے۔ روزانہ کے معمولات میں رفقاء کا بیانِ قرآن بھی شامل تھا جس کے اہتمام پر بیان سے متعلق نکات پر دوطرفہ افہام وتفہیم ہوتی۔ ناظم شعبہ تربیت ان نشستوں کو خصوصی طور پر چیک کرتے اور رفیق کے قرآن حکیم کو بیان کرنے کے مختلف پہلوؤں پر مارکنگ بھی کرتے تاکہ تحسین آمیز اور اصلاح طلب باتوں کی نشاندہی ہو سکے۔ اس کے علاوہ دیگر پروگراموں میں ایمانیات' قرآن اور جہاد کا باہمی تعلق' تعارف علم حدیث' سورۃ الفاتحہ' البقرہ اور آل عمران کے مضامین کا اجمالی جائزہ' منہج انقلاب نبویؐ پر مذاکرہ اور قرآن حکیم کے ایک زندہ کتاب ہونے کے دلائل شامل تھے۔ حفظ متفرق قرآنی مقامات اور حفظِ حدیث کا ایک مکمل شیڈول تمام شرکاء کو اوّل روز ہی دے دیا گیا تھا اور فجر کی نماز کے بعد اس کو باہم سنانے کا اہتمام کیا جاتا اور یوں ذخیرہ حفظِ قرآن حکیم اور حدیث آہستہ آہستہ روزانہ کے حساب سے بڑھتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اس حفظِ قرآن حکیم اور حدیث کی اب حفاظت کی توفیق عطا فرمائے آمین!

شرکاء تربیت گاہ نے اپنے تاثرات' احساسات' آئندہ کے عزائم' تجاویز اور مشورے بھی ناظم شعبہ تربیت کی توجہ کے لیے رکارڈ کروائے۔ اس پورے پروگرام کے تمام انتظامی امور کی ذمہ داری حلقہ سرحد شمالی کے ذمہ تھی جنہوں نے اپنی انتھک محنت' خلوص اور محبت سے شرکاء کے آرام اور سہولت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ ناظم شعبہ تربیت' مدرسین وشرکاء تربیت گاہ اور جملہ منتظمین کو دنیا اور آخرت کی بہترین نعمتوں سے نوازے۔ آمین!

(فریس احمد مسعود' کراچی)

### دعائے مغفرت

☆ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ کے تایازاد بھائی محمد امین حرکتِ قلب بند ہوں جانے سے فوت ہو گئے ہیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

## قارئین توجہ فرمائیں!

''ندائے خلافت'' کے ذیلی ٹائٹل پر واضح الفاظ میں یہ صراحت شائع کی جاتی ہے کہ ''ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر مکتبہ خدام القرآن' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے''.....لیکن ہمارے بعض قارئین اس ہدایت کو نظر انداز کرتے ہوئے ندائے خلافت' میثاق' حکمت قرآن کے عنوان سے ڈرافٹ وغیرہ ارسال کردیتے ہیں۔ ایسے ڈرافٹ یا پے آرڈر ارسال کنندہ کو واپس بھیجے جاتے ہیں' جس سے ادارہ اور ارسال کنندہ دونوں کو غیر ضروری زحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ ترسیلِ زر کے ضمن میں متعلقہ ہدایت کو ضرور پیشِ نظر رکھیں۔


Qtv

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کو سیکھیں اور سکھائیں''۔(الحدیث)

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** کا

# دورہ ترجمۂ قرآن

Qtv پر روزانہ درج ذیل اوقات میں نشر ہوتا ہے:

| | |
|---|---|
| صبح | 6 تا 6:45 |
| دوپہر | 2 تا 2:45 |
| رات | 10 تا 10:45 |

المعلن: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی

36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔فون 3-5856304,5869501 فیکس 5834000

E-mail:media@tanzeem.org, Website:www.tanzeem.org



## ✿✿ ضرورت رشتہ ✿✿

☆ میڈیکل فائنل ایئر کی سٹوڈنٹ عمر 22 سال' باپردہ صوم وصلوٰۃ کی پابند بیٹی کے لیے مذہبی رجحان رکھنے والے ڈاکٹر یا انجینئر کا رشتہ درکار ہے۔

فون: 042-7463397-0300-4149830

☆☆☆

☆ 30 سالہ سول انجینئرنگ' قبول صورت لڑکی کے لیے تعلیم یافتہ دیندار گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ: 051-2262617

☆☆☆

☆ 23 سالہ ایم اے ایجوکیشن ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ لڑکی کے لیے تعلیم یافتہ اور نیک سیرت رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ: 042-5814354

☆☆☆

☆ 25 سالہ ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ لڑکی کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: 042-5032275

☆☆☆



# فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
# ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

## جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

**رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع**

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

**فلک سیر کارپوریشن** 'جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

# عالم اسلام کی خبریں

## سوڈان میں خانہ جنگی کا خاتمہ

سوڈان وہ اسلامی ملک ہے جس کے مختلف حصوں میں خانہ جنگیاں چل رہی تھیں' جن کی بنا پر وہاں ترقی کا کام تقریباً ٹھپ ہو کر رہ گیا۔ دراصل جنوبی سوڈان میں عیسائی اور لامذہب کثرت سے ہیں۔ بیس سال قبل انہوں نے سوڈانی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہ بغاوت متفرق وجوہ کی بنا پر ظہور پذیر ہوئی۔ افریقہ کی اس طویل ترین خانہ جنگی میں تقریباً بیس لاکھ افراد مارے گئے جب کہ چالیس لاکھ اپنے گھر بار اور معاش سے محروم ہوئے۔ آخر اس سال جنوری میں نیروبی میں باغیوں کے سربراہ جان گارانگ اور سوڈانی صدر جنرل عمر البشیر کے درمیان معاہدہ امن ہو گیا۔

اس معاہدے کے تحت اب پچھلے ہفتے جان گارانگ سوڈان کے پہلے نائب صدر بن گئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے سوڈانی آئین میں تبدیلیاں لائی گئی ہیں تا کہ انہیں ملک کا دوسرا بڑا عہدہ دیا جا سکے۔ گارانگ جنوبی سوڈان کی خودمختار انتظامیہ کے بھی صدر ہوں گے جو چھ برس تک اپنا کام کرے گی۔ بعد ازاں معاہدے کے مطابق وہاں رائے شماری کے ذریعے معلوم کیا جائے گا کہ جنوبی سوڈان آزادی چاہتے ہیں یا سوڈان کو متحد رکھنے کے خواہش مند ہیں۔

جان گارانگ کے حلف اٹھاتے ہی سوڈانی حکومت نے ایمرجنسی کی اس حالت کا خاتمہ کر دیا جو 1989ء سے چلی آ رہی تھی۔ اسی برس جنرل عمر البشیر نے فوجی انقلاب لا کر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا' نیز سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی تھی۔

عالمی رہنماؤں نے خانہ جنگی کے خاتمے اور امن و امان قائم ہونے پر سوڈانی رہنماؤں کو مبارک باد دی ہے۔ اقوام متحدہ کے سربراہ کوفی عنان نے کہا "یہ سوڈانی باشندوں کے لیے امید کی کرن ہے جو عرصہ دراز سے تکالیف برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں"۔ یہ یاد رہے کہ سوڈان میں دارفور کے علاقے اور مشرقی سوڈانی ریاستوں میں بھی خانہ جنگی جاری ہے۔ جان گارانگ اور صدر عمر البشیر نے امید ظاہر کی ہے کہ وہاں بھی جلد امن قائم ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ پچھلے ہی ہفتے سوڈانی حکومت اور دارفور کے باغیوں کے مابین بھی امن معاہدہ ہوا ہے' تاہم اس سلسلے میں مزید مذاکرات کے بعد ہی قطعی صورت حال واضح ہو گی۔ دارفور میں پچھلے برس سے خانہ جنگی ہو رہی ہے' اس میں اب تک تین لاکھ افراد مارے گئے ہیں' جبکہ پچیس لاکھ بے گھر ہو چکے ہیں۔ ادھر مشرقی سوڈان میں بیجا اقلیت کے لوگ 1994ء سے حکومت کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ان سے بھی گفت و شنید جاری ہے۔

جان گارانگ سوڈان کے اول نائب صدر تو بن گئے ہیں' مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان کی صدر عمر البشیر کے ساتھ کیسی نبھتی ہے۔ گارانگ علی' عثمان طلحہ کی جگہ پر آئے ہیں جنہیں صدر عمر کا جانشین سمجھا جاتا تھا۔ وہ ایک دانش ور کی حیثیت سے بھی مشہور ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ جان گارانگ کیسے اول نائب صدر ثابت ہوتے ہیں۔

## افغانی حکومت کے الزامات

افغانستان میں امن و امان کی بگڑتی صورت حال کسی سے پوشیدہ نہیں' وہاں متحارب گروپوں کے درمیان لڑائی میں شہری بھی مارے جا رہے ہیں۔ چونکہ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی توجہ عراق پر مرکوز ہے' لہٰذا یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ امریکی قبضے سے لے کر اب تک کتنے افغان شہری لڑائیوں میں مارے جا چکے ہیں۔ افغان حکومت ملک میں امن قائم رکھنے میں بری طرح ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اس سے جتنی امیدیں وابستہ تھیں وہ خاک میں مل گئی ہیں۔

حال ہی وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے انکشاف کیا ہے کہ افغانستان سے دہشت گرد آ کر پاکستان میں اپنی مذموم کارروائیاں کر رہے ہیں۔ درحقیقت پاکستانی حکومت نے امریکا اور افغانستان کو ان دہشت گردوں کے نام بھی دیئے ہیں جنہوں نے بحالت قید اپنے جرائم کا اعتراف کیا ہے۔ اس تلخ سچائی کے باوجود افغان حکومت بار بار پاکستان پر الزام لگا رہی ہے کہ افغانستان میں پاکستانی امن و امان خراب کر رہے ہیں۔ یہ بڑا مضحکہ خیز امر ہے۔

پچھلے ہفتے افغانی وزیر خارجہ عبداللہ عبداللہ نے دہلی میں پریس کانفرنس کے دوران پاکستان پر یہ پتھر پھینکا کہ وہاں سے طالبان افغانستان جا کر دہشت گردی کر رہے ہیں۔ دیگر افغان وزراء کے بھی اسی قسم کے بیانات آئے ہیں۔ لگتا ہے کہ افغان حکومت ملک میں بگڑے حالات کا ذمے دار پاکستانیوں کو قرار دے کر اپنی جان بچانا چاہتی ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ میں یہ بات تواتر کے ساتھ آ رہی ہے کہ مسلسل ابتری اور خانہ جنگیوں کے باعث افغانستان نقشے سے مٹ سکتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ افغانستان میں دہشت گردی کے واقعات کسی صورت پاکستان کے مفاد میں نہیں' پائیدار اور مستحکم افغانستان کا قیام ہی پاکستانیوں کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ دراصل پاکستانی اور افغان سرحد پر موجود پہاڑی سلسلے دہشت گردوں کی پناہ گاہیں ہیں۔ اگر اسلام آباد اور کابل مل کر ان کے خلاف کارروائی کریں تو فساد کے واقعات میں کمی آ سکتی ہے۔ اس طرح اکتوبر کے انتخابات بھی پُر امن حالات میں منعقد ہوں گے۔

## گیس پائپ لائن کی تعمیر

پاکستان اور ایران کے مابین گیس پائپ لائن کی تعمیر کا معاہدہ ہو گیا ہے۔ یہ پائپ لائن اگلے دس برس میں بن جائے گی۔ اس پر 4.16 ارب ڈالر لاگت آئے گی۔ اگر بھارت نے حامی بھری تو یہ بھارت تک بھی جائے گی۔ دونوں حکومتوں نے اس پائپ لائن کو علاقے میں امن و استحکام کی علامت قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ ماہرین کے مطابق 2010ء تک پاکستان میں گیس کی کمی کے مسائل سامنے آنے لگیں گے۔ اس وقت ایران سے آنے والی سستی گیس کے باعث یہ مسائل گھمبیر نہیں ہو سکیں گے۔

## امام مسجد اقصیٰ اور ٹونی بلیئر

برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے لندن میں بم دھماکوں کے بعد بیان دیا: دو بم دھماکے کرنے والوں نے اسلام کے نام پر یہ عمل کیا ہے۔ یہ دہشت گردی کرنے والوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ ان کی اقدار کیا ہیں۔ اب یہ وہ موقع ہے جب ہم اپنی اقدار انہیں دکھائیں گے"۔

اس بیان پر بیت المقدس میں مسجد الاقصیٰ کے امام جناب شیخ یوسف نے خطبہ جمعہ دیتے ہوئے برطانوی وزیراعظم سے دریافت کیا "جب بالفور کا لعنتی اعلان کیا گیا تو برطانیہ کی اقدار کہاں تھیں؟ اس خبیث اعلان کے ذریعے فلسطینیوں کے وطن میں زبردستی یہودیوں کی ریاست قائم کر دی گئی؟ آج بھی ہزاروں لاکھوں فلسطینی مرد' عورتیں اور بچے اس اعلان کے باعث ابتر زندگی گزار رہے ہیں اور حملہ آوروں کے ظلم کا شکار ہیں"۔

## ایران پر حملہ

عراق کے وزیر دفاع حمادون الدوامی نے اعلان کیا ہے کہ عراقی حکومت ایران پر حملے کی صورت میں اپنی سرزمین کسی کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ الدوامی نے یہ بات ایران کا دورہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے اپنے دورے کا مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ وہ تہران اسی لیے آئے ہیں تا کہ ایرانی حکومت ہماری وہ غلطیاں معاف کر دے جو صدام حسین کے دور میں ہوئیں۔ الدوامی نے اپنے ہم منصب' علی شمخانی سے تفصیلی بات چیت کی' ہے انہوں نے دوطرفہ فوجی اور انسداد دہشت گردی تعاون بڑھانے پر اتفاق کیا۔ علاوہ ازیں عراق ایران جنگ کے دوران لاپتہ ہونے والے فوجیوں کی تلاش کے لیے مشترکہ کمیٹیاں قائم کر دی گئی ہیں۔

world's advantage, for people to experience something like this together" along with who really did it.[12]

So far no one has any clue. Note the absence of description of the suspected bomber on the bus in this BBC story, which shows that maybe the man with the bomb wasn't the "right kind": a Muslim with Middle Eastern features. (BBC Report: Passenger believes he saw bomber URL: http://news.bbc.co.uk/1/hi/england/berkshire/4663853.stm ). Imagine if the surviving passenger had described the suspect to be a Muslim.

There is not even a shred of evidence available so far that could implicate Muslims. However, what is undoubtedly clear is that those who staged these terror attacks once again exhibited the sort of calculation and ruthlessness that has come to be associated with the ideology at the heart of the crusade in the name of a "war on terror": Islamofascism.

Abid Ullah Jan is the Author of The End of Democracy and A war on Islam.

Notes

[1] "BBC to time-delay live sensitive broadcasts," Associated Press, the Indian Express, June 24, 2005. http://www.indianexpress.com/full_story.php?content_id=73187

[2] Report: Israel Was Warned Ahead of First Blast 13:30 Jul 07, '05 30 Sivan http://www.israelnn.com/news.php3?id=85346 5765 Also see: Britain failed to protect London even after Israel warned Britain of coming Al-Qaeda terror inefficiency or conspiracy? India Daily News Bureau Jul. 7, 2005. URL: http://www.indiadaily.com/editorial/3489.asp Also see http://www.israelnn.com/news.php3?id=85346 Also see: http://www.prisonplanet.com/articles/july2005/070705israelwarned.htm

[3] AMY TEIBEL, "Netanyahu Changed Plans Due to Warning," Associated Press, July 07, 2005 http://news.yahoo.com/s/ap/20050707/ap_on_re_mi_ea/israel_britain_explosions_1

[4] http://www.canada.com/national/nationalpost/news/story.html?id=ca84a44d-41c2-4b9f-b9a5-9b6f0bdee990

[5] Yossi Melman, "Israeli Embassy strongly denies report it received early warning of attacks," Haaretz, July 07, 2005. http://www.haaretz.com/hasen/spages/597425.html

[6] Jimmy Burns and Peter Spiegel, "MoD plans Iraq troop withdrawal," Financial Times, July 4, 2005 22:02. http://news.ft.com/cms/s/a1384df4-ecbc-11d9-9d20-00000e2511c8.html

[7] http://news.yahoo.com/s/nm/security_britain_claim_dc

[8] Phony reports link Al Qaeda to London attacks, Al-Jazeera. See: http://www.aljazeera.com/me.asp?service_ID=8925 and http://www.msnbc.msn.com/id/8496293/

[9] Frank J. Gaffny Jr. "War Footing: The attack in London is a stark reminder of what we must do to prevail.," National Review, July 07, 2005 http://www.nationalreview.com/gaffney/gaffney200507071128.asp

[10] http://prisonplanet.tv/articles/june2004/062104madridbombers.htm

[11] Spain suspects 'were informants' BBC, Thursday, 29 April, 2004, 14:39 GMT 15:39 UK

[12] http://mediamatters.org/items/200507070005


مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

**رجوع الی القرآن کورس**

**میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!**

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے ـــــ تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

**نصاب**

۱) عربی صرف ونحو
۲) ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
۳) آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
۴) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہ نمائی (منتخب دروسِ قرآن)
۵) تجوید وحفظ
۶) مطالعۂ حدیث
۷) اصطلاحاتِ حدیث
۸) اضافی محاضرات

o کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو (9) ماہ ہوگا۔

**کورس کا تفصیلی پراسپکٹس**

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

**ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس**

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 03-5869501)

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.25

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

**Abid Ullah Jan**
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

# From 9/11 to 7/7: Crusade intensifies

The staged terrorist attacks are the occasions when even the most honest and sincere of us lose sight of the reality and start taking things on the face value alone. One can guess this from the statements of George Galloway and others who called it "shock and awe" in London.

Galloway considers that Londoners had "paid the price" of the increased likelihood of terrorist attacks for the UK government's role in the attacks on Iraq and Afghanistan. However sincere such comments may be, they directly support the accusations without evidence which Blair put forward within minutes of the attack.

This was not a "shock and awe" in London because it was not an attack by aggressors from outside after years of lying through their teeth to the whole world. It was just another inside job: another staged 9/11 to intensify the war on Islam. Follow the pattern to believe it.

Within hours the news on AFP site read: "Blair, analysts see Islamic link to London blasts." Well, we deserve to take a look at those experts Blair relies on. Please note: Boaz Ganor, director general of Israel's International Policy Institute for Counter-Terrorism and Mordechai Kedar, a counter-terrorism analyst for Israel's public television.

Also note the language Blair used: "It is important however that those engaged in terrorism realize that our determination to defend our values and our way of life is greater than their determination to cause death and destruction to innocent people in a desire to impose extremism on the world." Didn't Bush use the same words? Interestingly, even Paul Martin of Canada unnecessarily referred to "our way of life" and "freedom." Everyone was talking his heart and mind today without waiting for any clue as to who committed these horrible acts.

Blair brought Islam and Muslims into the fry right away: "We know that these people act in the name of Islam, but we also know that the vast and overwhelming majority of Muslims, here and abroad, are decent and law-abiding people who abhor this act of terrorism every bit as much as we do." Does it ring the familiar bell of the clash of civilisations and blaming Muslims without a single shred of evidence available at hand?

Comparing what Blair uttered in the most irresponsible way to what Bush said on 9/11, one comes to the conclusion that Bush was far moderate in his allegation. Blair jumped from "our way of life" to "our values" and "their values" in a show of transparent, well rehearsed sophistry.

Bush directly referred to the beginning of a crusade after 9/11. See how Blair went far ahead without mentioning the word crusade: "We will show, by our spirit and dignity, and by our quiet but true strength that there is in the British people, that our values will long outlast theirs."

Blair and Bush's values are known to the world since they lied, invaded Afghanistan and then Iraq to continue brutal occupation and wreak terror into the lives of humiliated Iraqis. What we need to find here is the clues to this bombing from the public record available before the event unfolded on July 8, 2005 because it is confirmed that like 9/11 there would be no investigation. Even if there is any investigation, it would simply confirm what Blair had to say today.

Those who remember, the Indian Express and others reported Associated Press story on June 24 that BBC announced it would time delay "sensitive" news. Immediately, keen observers concluded that England would soon be the next site of a staged "terror" attack.[1]

Every word that we heard from Blair and his company shows that the recent bombing was a false flag operation designed to keep the West pitted against Islam. Even if we assume that 9/11 and 7/7 are handy operations carried by Muslims, we have yet to hear from someone that these attacks have been carried out "on a way of life" or "values" of the West. All these are fig leaves, used by those who have killed millions to impose their "values" and "way of life" abroad.

It does not take one to be a Muslim to understand what is going on. It only needs a cool mind to understand that the attack only benefits empires desperate to maintain a foothold in the Middle East without further eroding public opinion. Some reports show that Israeli embassy in London was warned before the attack and Israel insists that it doesn't mean it has also carried out the attack.[2] Associated Press, however, reported that Nathanyahu change his planes due to bomb warning.[3] National Post in Canada also confirmed that the Israelis received warnings before the attack.[4]

Trying to spin their way out of this mess, Israeli embassy strongly denied early warning and claimed that it received the call after the first explosion.[5] But the claim that the call came after the first explosion doesn't work either because for almost an hour after that first blast it was still being reported as a power surge related accident.

Just this week, it was reported that England had drafted plans to pull out their troops.[6] Is the bombing a victory for Al Qaeda in this context? Are we to believe then that the orchestrated response to these plans was to blow up a double decker bus in England? Now, can you guess what the most likely response to such an event would be: Pull the troops out faster or galvanize public support, thus keeping the troops in Iraq?

To take advantage of the staged bloody game, almost instantly a previously unheard of Islamic group [7](The Secret Organization of al-Qaeda in Europe?) took credit – even though the translation falls apart under scrutiny because the Qur'an is improperly cited.[8] This is just the beginning and the war lords are already giving references to "Islamofascists" in their Islamophobic magazines such as National Review.[9] Jerusalem Post came out with the headline: "Rules of Conflict for a World War" (July 07, 2005).

We must not forget that Madrid bombers were linked to Spanish Security Service,[10] and other reports from sources such as BBC cited suspects as police informants.[11] As the co-opted media analysts are trying to draw links between Madrid and London, let us not forget the part where the suspects were connected to the government.

The motive behind this crime is evident from the statement by Fox News' Brian Kilmeade, who said London terror attack near G8 summit "works to ... Western